بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین کتاب حیاۃ الخضر

ختم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت خضر علیہ السلام

صحت لفظ

خَضِر خای معجمہ کے زبر اور ضاد کے سکون کے ساتھہ سبز کے معنی مین ہے جیساکہ قرآن مجید مین ہے مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ

یعنی جنتی لوگ جنت مین سبز قالینون پر تکیہ لگائے بیٹھے ہون گے۔

خَضِر خاء معجمہ کے زبر اور ضاد کے زیر کے ساتھہ بھی سبز کے معنی مین ہے جیساکہ قرآن مجید مین ہے فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا پہر کویون سے ہم ہی لے ہری ہری ٹہنیان نکال کہڑی کین جن پیغمبر یا ولی کا حال ہم لکہنے بیٹھے ہین اون کا صحیح نام خَضِر ہے لیکن خِضر بکسر الخاء وباسکان الضاد اور خَضر بفتح الخاء واسکان الضاد بھی درست ہے۔ پس خضر کے نام مین تین لغتین ہوئین خَضِر خِضْر خَضْر اور یہہ تینون مستعمل ہین ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ۔ کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

ع چہ خط بر خضر از عمر جاودان تنہا ؎

تسلیم لکہنوی } کسے مثل خضر طول بقا ہے ۔ کہ عمر ہر دم نارسا ہے

حالی ؎ اپنے جو تو نسی رہین ساری نمازی ہشیار ۔ اک بزرگ آتے ہین مسجد مین خضر کی صورت

مولانا حالی پانی پتی نے اس غزل مین خضر کو خاء معجمہ کے کسرہ اور ضاد کے فتحہ کے ساتھہ استعمال کیا ہے۔ غالباً ردیف وقافیہ کی رعایت نے ان کو چوتھی لغت کی ایجاد پر مجبور کیا ورنہ دراصل یہہ صحیح نہین ہے۔

وجہہ تسمیہ خضر

حضرت خضر کا عرف خضر کیون ہوا؟

امام بخاری رح نے یہہ وجہہ لکہی ہے کہ حضرت خضر ایک مرتبہ کسی خشک اور سپید زمین

پر بیٹھ گئے۔ جب اوٹھکر چلے تو وہ ساری کی ساری جگہ سرسبز ہوگئی۔ بعض دوسرے علمائے کرام نے لکھا ہے کہ خضر علیہ السلام جس خشک زمین پر بیٹھ جاتے وہ سرسبز ہو جاتی تھی اسی معجزہ یا کرامت نے آپ کو خضر کا لقب دِلوایا۔

نام ونسب

خضر کے نام مین گیارہ مختلف اقوال ہین۔

پہلا قول۔ قاضی بیضاوی نے بلیان بن ملکان لکھا ہے۔

دوسرا قول۔ بلیا بن ملکان ابن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ع۔ یہہ مسلک ابن قتیبہ اور وہب رحمہما اللہ کا ہے۔

تیسرا قول۔ جو علامہ ابن جوزی سے منقول ہے ابلیا ہے۔

چوتھا قول۔ کعب الاحبار نے خضر بن عامیل لکھا ہے۔

پانچوان قول۔ ابن اسحاق اور طبری رح کا ارمیا بن خرقیا ہے۔

چھٹوان قول۔ خضرون بن عیص بتایا گیا ہے۔

ساتوان قول۔ ابن عطیہ نے کتاب مرج البحرین مین صرف عامر لکھا ہے

آٹھوان قول۔ خضرون بن قابیل بن آدم ہے جیسا کہ تاریخ الخمیس مین منقول ہے اس روایت کی بنا پر حضرت خضر جناب آدم علیہ السلام کے نواسے ہوتے ثابت ہوتے مین

نوان قول یحییٰ بن سلام کا ہے کہ خضر اور الیاس ایک ہی شخص کا نام ہے۔

دسوان قول۔ مقاتل کا ہے کہ خضر اور الیسع ایک شخص تہے ابن جوزی کی بھی قریب قریب یہی رائے ہے۔ لیکن واضح رہے کہ الیاس ع اور الیسع ع کا ذکر قرآن مجید مین وضاحت کے ساتھ ہے۔

گیارہوان قول۔ علامہ قشیری نے لکھا ہے کہ خضر کا اصلی نام احمد اور کنیت ابو العباس ہے مگر یہہ قول صحیح نہین ہے کیونکہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کا نام احمد نہین ہوا اور اسی پر مورخین کا اتفاق ہے۔

سچ تو یہہ ہے کہ ان اختلافات پر نظر کرکے یہہ فیصلہ ہی کرنا دشوار ہے کہ معجزہ اصل

خضر کا نام کیا تہا ہم تو ایسا سمجھتے ہین کہ خضر ہی آپ کا اصلی نام اور علَم ہے۔

ماں باپ حضرت سعید رحمتہ اللہ سے ایک روایت ہے کہ خضر کی ماں رومیہ عورت تہی اور باپ ایرانی تہے۔ ضحاک نے حضرت عباسؓ سے روایت کی ہے کہ خضر حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تہے۔ علامہ طبری کے قول کی بنا پر حضرت آدم کے چوتھے بیٹے ٹھیرتے ہین محمد بن ایوب رح نے ابن لہیعہ سے روایت کی ہے کہ خضر، فرعون کے بیٹے تہے اور علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس اس بارہ مین مذبذب ہین وہ لکھتے ہین کہ خضر فرعون موسیٰ کے باپ تھے یا بیٹے تھے بعضون کا مقولہ ہے کہ خضر حضرت الیاس پیغمبر کے بھتیجے تھے، ان کے باپ کا نام مالک تھا۔ اور اہل کتاب کا صحیح مذہب یہہ ہے کہ خضر، سکندر ذو القرنین کے خالہ زاد بھائی اور انکے لشکر کے رہبر و پیشوا تھے۔

بعض کوتہ اندیشون نے ان اختلافات سے گہبرا کر فوراً یہہ نتیجہ نکال لیا کہ خضر کوئی شخص نہین تھے بلکہ یہہ ایک فرضی نام ہے۔

خضر کو فرضی نام قرار دینا تاریخی جہالت پر دلالت کرتا ہے

اولاً۔ اس وجہہ سے کہ کسی کے نام و نسب مین اختلافات کا ہونا، اس کے عدم وجود اور فرضی ہونے کا مستلزم نہین ہے نہ ہو سکتا۔ دیکھو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات مین اور روز انتقال مین کسقدر اختلافات ہین۔

ثانیاً۔ اس وجہ سے کہ خضر کے وجود مین کل مورخین کا اتفاق ہے۔ اختلاف فقط اس بات مین ہے کہ آپ ہین کس نسل سے اور یہہ کہ خضر ہی نام ہے یا خضر لقب ہے اور نام کچھ اور ہے۔ اب اس سے ایک بچہ بھی نتیجہ نکال سکتا ہے کہ یہہ اختلافات ہرگز خضر کے فرضی وجود پر دلالت نہین کرتے بلکہ انہین اختلافات سے خضر کا ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

ثالثاً۔ اس وجہہ سے کہ خضر کا وجود اور کسی زمانہ مین آپ کا ہونا صحیح حدیثون مین مروی ہے صحت روایت مین تاریخ کو حدیث سے کوئی نسبت نہین ہے اس لئے جو امور حدیثون

مین بیان کئے گئے ہین، اگر تاریخین ان امور کے خلاف بھی ہون تو حدیثون ہی پر
اعتماد کیا جاے گا کیونکہ حدیثون کی روایات سلسلہ روات کے ساتھہ ہوتی ہین
اور راویون کا حال معلوم ہوتا ہے بخلاف تاریخی روایات کے کہ ان مین نہ راویون
کا سلسلہ قایم ہوتا، نہ راوی کی حالت متحقق ہوتی کہ بیان کرنیوالا جھوٹا ہے یا سچا،
ثقہ ہے یا غیر ثقہ ہے متعصب ہے یا غیر متعصب عاقل ہے یا بیوقوف، قوی الحافظہ ہے
یا مغلوب النسیان۔

خضر کا زمانہ

خضر کس زمانہ مین تھے؟ اس کے جواب مین عالم تاریخ کے مختلف گوشون سے
مختلف آوازین آتی ہین۔

پہلا مقولہ ۔ یہہ ہے کہ خضر بخت نصر بادشاہ بابل کے زمانہ مین تھے۔

دوسرا مقولہ ۔ یہہ ہے کہ خضر کا زمانہ اور آفریدون بن اینتان بادشاہ عجم کا زمانہ
ایک تھا۔

تیسرا مقولہ ۔ یہہ ہے کہ سکندر ذوالقرنین کے خالہ زاد بھائی اور ان کے سرلشکر
و ہمعصر تھے۔

چوتھا مقولہ ۔ یہہ ہے کہ خضر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدایش سے پہلے پیدا
ہوے اور یعقوب و یوسف علیہما السلام کے بعد نبوت ملی۔

پانچوان مقولہ ۔ علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ خضر کا نام ایلیا ہے اور ان کے
باپ بادشاہ تھے اس قول سے محمد بن ایوب کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ خضر فرعون
موسیٰ کے بیٹے تھے اگر یہہ روایت صحیح ہے تو خضر اور موسیٰ پیغمبر کا زمانہ ایک ہوگا اور
اگر حضرت آدم کے صلبی بیٹے تھے تو ان کا زمانہ زمانہ موسیٰ سے بہت پیشتر تھا۔

بعض مورخین اور اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ خضر حضرت سلیمان کے وقت مین بلکہ ان کے
دربار مین موجود تھے۔ چنانچہ اس کا ذکر آیندہ صفحات مین مفصلاً آئیگا انشاءاللہ تعالیٰ۔

ہماری رائے میں محمد ابن ایوب رح کی روایت درست اور قرآن کے مطابق ہے۔ جس میں خضر کو فرعون کا بیٹا بتایا گیا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ کے ہمعصر تھے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت اور حدیثوں سے متحقق ہے۔

البتہ اس روایت کے صحیح ماننے میں دو شبہے وارد ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ قرآن مجید میں خود صراحت ہے کہ حضرت موسیٰ کو ان کی ماں نے صندوق میں ڈالکر دریا میں بہا دیا وہ صندوق فرعون کے محل میں لایا گیا۔ فرعون کی بی بی آسیہ نے حضرت موسیٰ کو باہر نکالا تو اپنے شوہر فرعون سے یہی بولی تھیں کہ اس بچہ کو نہ مارو، شاید یہ ہم کو کوئی نفع پہونچائے یا ہمارے کوئی بیٹا نہیں ہے، ہم اسی کو اپنا بیٹا بنا لیں گے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرعون کے کوئی بیٹا نہیں تھا۔

دوسرا شبہ یہہ ہے کہ تاریخوں میں کہیں نہیں بتایا گیا ہے کہ فرعون کے کوئی بیٹا (خضر) تھا۔

جواب پہلے شبہ کا جواب یہہ ہے کہ اسوقت تک کہ موسیٰ فرعون کے محل میں لائے گئے اس کے کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا ہوگا۔ اس کے بعد خضر پیدا ہوئے ہوں یا ممکن ہے کہ فرعون کی بی بی آسیہؓ سے فرعون کے کوئی بیٹا نہ ہوا ہو، خضر کی ماں کوئی دوسری عورت ہو کیونکہ آسیہ نے اپنے پہلے سے کسی فرزند کا نہ ہونا بیان کیا تھا۔

دوسرے شبہ کے متعدد جواب دیئے جا سکتے ہیں۔

پہلا جواب۔ ہم بتا چکے ہیں کہ تاریخوں میں کسی واقعہ کا نہ ہونا، عدم وقوع کا مستلزم نہیں ہے نہ یہ ضرور ہے کہ تاریخ کی مدون کتابوں میں کوئی خبر مندرج نہ ہوا اور دوسری روایتوں میں پائی جائے تو تاریخی کتابوں میں نہ پائے جانیکی وجہہ سے اس خبر کو صحیح باور نہ کیا جائے۔

دوسرا جواب۔ عہد اسلام سے پہلے جتنی اقوام دنیا میں گذری ہیں ان کی کوئی مدون تاریخ پیش نہیں کیجا سکتی تو ایسی حالت میں ہمارے دعوے کی تائید میں ایک شہادت اور متزاد ہوتی ہے۔

تیسرا جواب۔ محمد بن ایوب کی روایت کو تاریخ سے خارج کرنا معترض کا نہایت ناپسندیدہ کام ہے، آخر وہ بہی تو تاریخ ہی ہے۔

خضر و موسیٰ علیہ السلام

صحیح بخاری مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے مجمع مین بیٹھے ہوئے وعظ و نصیحت کر رہے تہے پیغمبر کی معجز نما تقریر سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ ان کے دل پانی ہوگئے۔ اسی جوش کی حالت مین کسی نے کہڑے ہوکر حضرت موسیٰ سے سوال کیا کہ حضرت! اسوقت دنیا مین آپ سے بڑا عالم کوئی نہ ہوگا آپ نے فرمایا نہین دوسری حدیث مین بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم کے لوگو نمین وعظ فرما رہے تہے کہ سننے۔ اون مین سے کسی نے پوچھا' یا کلیم اللہ! اس وقت دنیا مین آپ سے بڑا عالم کوئی ہے؟ آپ نے جواب دیا مین نہین جانتا' جسکا مطلب یہہ تہا کہ وہی سب سے بڑے عالم ہین حضرت موسیٰ کا یہہ جواب بالکل سچ اور مطابق واقع تہا۔ وہ الوالعزم پیغمبرون مین سے تھے۔ خدا کے نبی مرسل تھے۔ صاحب معجزات تھے۔ اللہ کے کلیم تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کے ماہر اور کامل مکمل تھے لیکن اس کلمہ سے کچھہ انانیت کی بو آتی تھی کیونکہ شان بندگی کا مقتضا تھا کہ وہ کسی حال مین تواضع اور کسر نفسی سے غافل نہ ہون۔ اللہ تعالیٰ کو ناگوار گذرا پیغمبرون سے ایسی چھوٹی چھوٹی فروگزاشتون پر بہی خدا کے ہان سے مواخذہ ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا کے مقبول و محترم بندے ہوتے ہین اور جیسے وہ مقبول بندے ہوتے ہین چاہیے کہ اون کے اخلاق بہی ویسے ہی اعلیٰ درجہ کے ہون۔ موسیٰ سے ایک انانیت کی بات سرزد ہوگئی تو خدا نے اون کو تنبیہ کرنی چاہی۔ موسیٰ کو بہی مین بعد اپنی لغزش پر تنبیہ ہوا اور وہ عذر خواہ ہوئے۔ موسیٰ کو بتایا گیا کہ مجمع البحرین کے پاس خدا کا ایک بندہ خضر ہے، وہ ایک علم یا چند باتین ایسی جانتا ہے جو ہمارے وہم و گمان مین بھی

نہین ہوگی موسیٰ نے پوچھا پھر مجھہ سے ملاقات کیونکر ہوگی، جواب ملا کہ تلی ہوئی
مچھلی کا ناشتہ لیکر دریا کے کنارہ کنارہ چلے جاؤ جہان مچھلی گم ہوجاتے یا زندہ ہوجاے
وہین مجمع البحرین کے پاس خضر سے ملاقات ہوگی حضرت موسیٰ کے پیرون مین ایک
صاحب یوشع بن نون تھے۔ جو اکثر حضرت موسیٰ کی خدمت کیا کرتے تھے انھین،
یوشع بن نون کو ساتھہ لیا، تلی ہوئی مچھلی زنبیل مین رکھی اور حضرت خضر کی تلاش مین
دریا کے کنارہ کنارہ چل کھڑے ہوتے۔

اس کے بعد پورا قصہ جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین وارد ہے ہم مسلسل لکھتے ہین

وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِفَتَاهُ
لَا أَبْرَحُ حَتّٰى أَبْلُغَ
مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ
أَمْضِيَ حُقُبًا فَلَمَّا
بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا
حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ
فِي الْبَحْرِ سَرَبًا فَلَمَّا
جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ
آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ
لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا
هٰذَا نَصَبًا قَالَ
أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا
إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي
نَسِيتُ الْحُوتَ
وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا
الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ

جب موسیٰ خضر کی ملاقات کے ارادہ سے چلے تو انہون
نے اپنے خادم یوشع سے کہا کہ جب مین دونون دریاؤن
کے ملنے کے مقام پر نہ پہونچ لون اپنے ارادہ سے باز نہین
آؤنگا یا اسی طرح سالہاسال تک چلتا رہونگا پھر جب یہ
دونون دریاؤن کے ملنے کی جگہ پر پہونچے حضرت موسیٰ ایک
پتھر پر سر رکھکر لیٹے اور سو گئے اس پتھر سے ملا ہوا آبحیات
کا ایک چشمہ تھا۔ یوشع بن نون نے اس چشمہ سے وضو کیا۔
وضو کرنے مین جو پانی کے چند قطرے اڑکر تلی ہوئی مچھلی پر پڑے
فورا زندہ ہوکر دریا مین چلی گئی اور پانی پر اسکے جانے کا
نشان ایسا بن گیا جس طرح خشک زمین پر بن جاتا ہے یوشع
بن نون نے ایسا تماشا کبھی کاہیکو دیکھا تھا مچھلی کو زندہ اور
پانی مین مچھلی کے جانے کا نشان دیکھکر دنگ رہ گئے۔ آگے
بڑھ کر چاہا کے موسیٰ سے کل واقعہ کہہ سنائین لیکن وہ اسی
وقت سو رہے تھے اور جگانا خلاف ادب سمجھے چپ بیٹھ
رہے جب موسیٰ بیدار ہوئے یوشع مچھلی کا واقعہ کہنا بھول گئے
دونون اپنے ناشتہ کی تلی ہوئی مچھلی وہین بھول اٹھے تو مچھلی

وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا قَالَ ذَالِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا

نے دریا مین سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا پھر جب آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ لاؤ جی ہمارا ناشتہ تو ہمکو دیدو ہمارے آج کے سفر سے تو ہم کو بڑی تکان ہوئی ناشتہ مانگنے پر یوشع کو مچھلی کے زندہ ہو جانیکا واقعہ یاد آگیا - اپنی بھول پر پچھتاے اور موسیٰ سے کہا آپ نے یہہ بھی دیکھا جب ہم دریا کے کنارہ اوس پتھر کے پاس ٹھہرے تو مین اوسی جگہ مچھلی کو بھول اُٹھا اور شیطان ہی نے مجھکو بھلا دیا کہ مین آپ سے اُس کا تذکرہ کرتا اور مچھلی نے عجیب طور پہ دریا مین جانیکا اپنا رستہ کرلیا موسیٰ نے کہا کہ وہی تو وہ جگہ ہے جسکی ہم جستجو مین تھے (اور اسی جگہ تو حضرت خضر سے ملاقات کا مجھکو وعدہ دیا گیا ہے) یہہ دونون اپنے پیرون کے نشانون کے کھوج لگاتے اُولٹے پاؤن پھرے (جب اوس پتھر پاس آئے جہان حضرت موسیٰ سوگئے تھے اور مچھلی زندہ ہوگئی تھی تو وہان ایک شخص کو دیکھا کہ سر سے پاؤن تک چادر تانے ہوے سو یا ہے - موسیٰ سمجھ گئے کہ یہی خضر ہین بہرحال) جب دونون دریاون کے ملنے کی جگہ پہ پہونچے تو اونھون نے ہمارے بندون مین سے ایک بندے (خضر) کو پایا جس کو ہم نے اپنی خاص مہربانی مین سے ایک حصہ دیا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم سکھایا تھا (موسیٰ نے نزدیک پہونچکر کہا ' السلام علیکم ' خضر نے منہ کھول کر جواب دیا ' وعلیکم السلام اور موسیٰ سے پوچھا کہ تمہارے ملک مین سلام کی رسم کہان سے آئی - کیونکہ وہان سب کفار و مشرکین بستے تھے اور ان مین سلام کی رسم نہین تھی - اونھون جواب دیا

رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ
خَرَقَهَا قَالَ
أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
أَهْلَهَا لَقَدْ
جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا
قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ
إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ
مَعِيَ صَبْرًا قَالَ
لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا
نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي
مِنْ أَمْرِي عُسْرًا
فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا
لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ
قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا
زَكِيَّةً بِغَيْرِ
نَفْسٍ لَقَدْ
جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا
قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ
إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ
مَعِيَ صَبْرًا قَالَ
إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ
بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي
قَدْ بَلَغْتَ

مین موسیٰ ہون، خضر نے پوچھا، کیا موسیٰ نبی اسرائیل
موسیٰ نے کہا ہان خضر نے پوچھا آپ کس لئے آئے ہین
موسیٰ نے جواب دیا، مین آپ کی خدمت مین اس
حاضر ہوا ہون کہ آپ اجازت دین تو آپ کے س
رہون بشرطیکہ جو علم لدنی من جانب اللہ آپ کو سکھ
گیا ہے اس مین سے کچھ آپ مجھکو بھی سکھا دین خضر
نے کہا تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہین ہو سکیگا او
جو چیز تمہاری آگہی کے احاطہ سے باہر ہے اس پر تم کیس
صبر کر سکتے ہو؟ موسیٰ نے کہا انشاءاللہ آپ مجھکو صابر
آدمی پائینگے۔ اور مین آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ کرونگا
خضر نے کہا اگر تم کو میرے ساتھ رہنا ہی منظور ہے تو جب
تک مین ازخود تم سے کسی بات کا تذکرہ نہ کرون تم مجھ سے
اوسکی بابت کچھ پوچھنا ہی نہین پھر یہان سے موسیٰ اور
خضر دونون ملکر دریا کے کنارے کنارے روانہ ہوتے
(جاتے) جاتے دریا مین ایک کشتی دیکھائی دی، ان لوگون
نے کشتی والون سے کہا کہ ہم کو بھی سوار کرالو۔ موسیٰ کو تو
کوئی پہچانتا نہین تھا لیکن خضر کو کشتی والون نے پہچان لیا۔
کشتی روک کر ان کو بھی اندر بٹھا لیا اور خضر کی وجہ سے
موسیٰ کو بھی اجرت نہین دینی پڑی، جب دونون کشتی پر سوار
ہو لئے داستنے مین ایک چڑیا آگریا غوغائی اڑتی ہوئی آئی
کشتی کے کنارے سے دریا مین چونچ ڈالا اور پانی پیکر
اڑگئی، خضر نے موسیٰ سے کہا، دیکھا تم نے؟ جتنا پانی اس
سمندر سے چڑیا کے چونچ ڈالنے سے کم ہو گیا ہے اتنا ہی

مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا
فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ
اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِ
اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا
فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْا
هُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا
جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ
يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ
قَالَ لَوْ شِئْتَ
لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ
اَجْرًا قَالَ هٰذَا
فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ
بَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ
بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ
تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا
اَمَّا السَّفِيْنَةُ
فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ
يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ
فَاَرَدْتُّ اَنْ
اَعِيْبَهَا
وَكَانَ وَرَآءَهُمْ
مَّلِكٌ يَّاْخُذُ
كُلَّ سَفِيْنَةٍ

بلکہ اس سے بھی کم علم ہمارا تمہارا اور تمام خلق اللہ کا
اللہ کے علم کے نزدیک ہے۔ یہہ کہکر خضر نے بسولے
سے کشتی مین سوراخ کر دیا (یا) ایک تختہ توڑ کر کشتی کو
پھاڑ دیا موسیٰ کو تاب نہ رہی اور (اونہون) نے خضر
سے کہا کیا آپ نے کشتی کو اس غرض سے پھاڑ دیا کہ
کشتی والون کو دریا مین ڈبو دو یہہ تو آپ نے بڑی ہی خطرناک
بات کی۔ خضر نے کہا، مین نے تم سے نہین کہا تھا کہ تم
سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہین ہو سکیگا۔ موسیٰ نے اپنی
ضبط نہ کرنے پر عذر خواہ ہو کر کہا کہ آپ مجھہ سے میری
بھول چوک پر گرفت نہ کیجیے اور میرے اس معاملہ مین
میرے ساتھ اتنی تنگ گیری بھی نہ کیجیے (اب ایسا نہ
ہوگا) پھر دونون آگے بڑھے یہان تک کہ (تھوڑی
دیر کے بعد کشتی کنارہ جا لگی۔ خضر و موسیٰ نیچے اُترے اور
دریا کے کنارے کنارے روانہ ہوئے۔ راستہ مین
دس بارہ لڑکے کھیل رہے تھے) رستہ مین ایک لڑکے
سے ملے تو خضر نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ ساتھہ ہی موسیٰ
بول اٹھے کہ کیا آپ نے ایک معصوم لڑکے کو مار ڈالا اور
وہ بھی کسی کے خون کے بدلہ مین نہین یہہ تو آپ نے بڑا
ہی بیجا حرکت کی۔ خضر نے کہا کیا مین نے تم سے نہین
کہا تھا کہ میرے ساتھہ تم سے ہرگز صبر نہین ہو سکیگا۔ موسیٰ
نے (شرمندہ ہو کر) کہا کہ اس کے بعد اگر مین آپ سے
کچھ بھی پوچھون تو آپ مجھکو اپنے ساتھہ نہ رکھیے گا کہ آپ
میری طرف سے حد عذر کو پہونچ چکے یہہ ہو تو ہوا کر آگے

غَصْبًا وَاَمَّا
الْغُلَامُ فَكَانَ
اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ
فَخَشِيْنَا اَنْ
يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا
وَّكُفْرًا فَاَرَدْنَا
اَنْ يُّبْدِلَهُمَا خَيْرًا
مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ
رُحْمًا وَاَمَّا الْجِدَارُ
فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ
يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ
وَكَانَ تَحْتَهٗ
كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ
اَبُوْهُمَا صَالِحًا
فَاَرَادَ رَبُّكَ
اَنْ يَّبْلُغَا
اَشُدَّهُمَا وَ
يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا
رَحْمَةً مِّنْ
رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ
عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ
تَاْوِيْلُ مَا لَمْ
تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا -

بڑھے یہان تک کہ (ان لوگون کو کہانے ہوئے بہت عرصہ
ہوگیا تھا۔ بھوک سے بہت بیتاب تھے) جاتے جاتے ایک
گاؤن والون کے پاس پہونچے۔ وہان کے لوگون سے کہانا
مانگا (مگر وہ عجیب بدبخت لوگ تھے کہ ان کا گاؤن مین رہنا
بھی منظور نہ کیا) اور اونہون نے اُن کو ضیافت کا دینا منظور
نہ کیا۔ اتنے مین اونہون نے گاؤن مین ایک دیوار دیکھی
جو گرا ہی چاہتی تھی تو خضر نے اس کو درست کرکے پھر از سر نو
کھڑا کردیا۔ اس پر موسیٰ نے کہا (کہ گاؤن والے تو ایسے
شقی ہین کہ ہم کو کہانا دینا اور گاؤن مین رات بسر کرنا بھی
منظور نہ کیا اور آپ نے بلا محنت و مزدوری کے ان
کی دیوار درست کردی) اگر آپ چاہتے تو ان لوگون
سے دیوار کے درست کردینے کی مزدوری لے لیتے
(کہ رات کے کہانے کا ٹھکانا تو ہوجاتا) خضر نے کہا، اچھا
تو اب مجھ مین اور تم مین چُھٹم چھٹا (مگر) جن باتون پر تم سے
صبر نہ ہوسکا مین ابھی تم کو ان کی اصل حقیقت تم کو بتائے
دیتا ہون کہ کشتی تو ملاحی پیشہ غریبون کی تھی۔ اس کو دریا
مین مزدوری پر چلاتے تھے تو مین نے چاہا کہ
کہ اس کو عیب دار کردون کیونکہ ان کے سامنے کی
طرف دریا پار ایک بادشاہ تھا ہدد بن بدد ظالم
جو ہر ایک بکار آمد کشتی کو زبردستی ضبط کرلیا کرتا تھا۔
مین نے کشتی کو عیب دار کردیا تو اب وہ بادشاہ کے
مصرف کی تو رہی نہین لیکن ان غریبون کا کام اس سے
چلتا رہیگا) اور وہ جو لڑکا (حشیو نام) تہا تو اسکے

ماں باپ دونوں ایمان والے لوگ تھے تو ہم کو یہہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو وہ
بڑا ہوکر سرکشی اور کفر سے ان کو ایذا دے لہذا ہم نے یہہ ارادہ کیا کہ اسکو
مار دین اور ان کا پروردگار اس کے بدلے مین انکو ایسا فرزند عطا فرماتے
جو پاک نفسی اور پاس قرابت مین اس سے بہتر ہو اور رہی دیوار سو شہر کے دو تیم
لڑکون اصرم اور صریم کی تھی اور دیوار کے نیچے ان ہی لڑکون کا خزانہ گڑا ہوا
تھا اور ان لڑکون کا باپ کاشح مرد صالح تھا پس تمہارے پروردگار نے چاہا
کہ دونون لڑکے اپنی جوانی کو پہونچین اور دیوار کے تلے سے اپنا خزانہ نکال لین
اور ان کے حال پر تمہارے پروردگار کی یہہ ایک مہربانی تھی (اگر دیوار گر
پڑتی تو خزانہ کو لوگ لوٹ لیجاتے اور یتیم محروم ہوجاتے ۔ اب دیوار مین نے
درست کردی یتیم لڑکے سیانے ہوگئے سن تمیز کو پہونچینگے تو انشاء اللہ تعالی اپنے
خزانہ پر قابض ہونگے) اور ان واقعات مین جو کچھہ مین نے کیا اپنے اختیار سے
نہین کیا بلکہ اپنے خدا کے حکم سے - یہہ ہے اصل حقیقت ان وقعات کی جنپر تم سے
صبر نہ ہوسکا -

ف

ترجمہ کے ساتھہ جو عبارت قوسین مین مستزاد لکھی گئی ہین وہ سب بخاری کی شریف
کی احادیث صحیحہ کا بعینہ ترجمہ ہین -

مباحث

موسی اور خضر علیہما السلام کے واقعہ مین چند بحثین اور کچھہ مسائل محتاج تصریح ہین
امر اول قرآن مجید مین خضر کا نام نہین ہے صرف اتنا فرمایا گیا ہے فَوَجَدَا
عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا یعنی جب موسی اور یوشع بن نون دو دریاؤن کے ملنے
کی جگہ پر پہونچے تو وہان ہمارے بندون مین سے ایک بندہ کو پایا -
احادیث صحیحہ، اخبار متواترہ، اقوال مفسرین و مورخین سے ثابت ہوتا ہے
کہ عبد (بندہ) سے مراد خضر ہی ہین - صحیح بخاری وغیرہ مین صراحت کے ساتھہ

بتایا گیا ہے کہ موسیٰ نے جس بزرگ سے ملاقات کی وہ خضر ہی تھے۔ موسیٰ علا کا
خضر سے ملنا، اسلام کے ہر فرقہ ہر مذہب یہانتک کہ کتب سابقہ سے بھی ثابت ہے
اور خضر جیسے بزرگ کا عہد موسیٰ مین ہونا حد تواتر کو پہونچی ہوئی خبر اور یہہ ایک
تاریخی واقعہ ہے تو ایسی خبر پر جہوٹ کا گمان نہین ہوسکتا خبر مشہور و متواتر سے
انکار کرنا جہل مرکب ہے۔

امر ثانی کہا جاتا ہے کہ محمد ابن ایوب کی روایت کے مطابق، اگر خضر کو فرعون
کا بیٹا تسلیم کیا جاسے تو غرابت و حیرت سے خالی نہین، خضر کے باپ فرعون کے
گہر مین موسیٰ کی پرورش ہوئی تو ضرور ہے کہ موسیٰ و خضر دونون کا لڑکپن ساتہہ گذرا
ہوگا پہر کیونکر ممکن ہے کہ ساتہہ کے کہیلے ہوے ہمعصر بلکہ دوست سے وہ اس قدر
ناواقف ہوگئے ہون کہ خضر کے نام سے بھی بیخبر ہون اور اتنا بہی نہ معلوم ہو کہ خضر
کوئی شخص ہین اور ہین تو کہان ہین ؟

جواب (پہلا جواب) موسیٰ کو خضر کا پتہ نہ معلوم ہونا، باوجود ان کے دوست
ہونیکے محل حیرت نہین ہوسکتا۔ ہمارے بہت ایسے دوست ہین جنکا مدت تک ساتہہ
رہا، ہم نوالہ ہم پیالہ رہے پہر ساتہہ چھوٹا، مفارقت ہوی اور ایک دوسرے
کے حالات سے بیخبر ہوگئے۔ یہہ اس زمانہ کی حالت ہے، جبکہ خبرون کے ملنے
اور دریافت کرنے کے ذرایع بہت کثرت سے اور آسان ہوگئے ہین اس زمانہ مین
نہ تار تہا، نہ ڈاک تھی، نہ تاریخون سے کسی ذریعہ سے خط و کتابت کا پتہ چلتا ہے
اور معلوم ہے کہ خضر و موسیٰ جوان ہونے پر ملک مصر سے بہاگ گئے تھے۔ ایسی
صورت مین اگر موسیٰ کو خضر کا پتہ نہ معلوم ہوا تو کوئی قباحت نہین ہے۔

دوسرا جواب۔ فرعون زندیق کافر مدعی الوہیت تہا خضر ایک برگزیدہ خدا
متقی شخص تہے انہین فرعون کی نالایق کارروائیان کب پسند آسکتی تھین، قرین قیاس
ہے کہ سمجھہ آنے کے بعد باپ کی فسق و فجور سے گہبرا کر وہ بھی موسیٰ کی طرح مصر
چہوڑنے پر مجبور ہوگئے ہون۔ موسیٰ مدین کے طرف گئے، خضر کہین اور چلدیے

ہو گئے اور اس طرح ایک دوسرے کے حالات سے بیخبر ہو گئے ہوں۔
تفسیر الجواب۔ آیت کریمہ سے موسیٰ کا خضر کو نہ جاننا ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ کہ وہ خضر کا پتہ نہ جانتے تھے موسیٰ کو اللہ کی طرف سے اتنی ہی ہدایت ہوئی کہ ہمارا ایک بندہ (خضر) تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ موسیٰ نے پوچھا وہ کہاں ہیں اور ان سے کیونکر ملاقات ہو گی؟ فرمایا کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ جہاں تمہاری مچھلی گم ہو جائے یا زندہ ہو جائے۔ اس پتہ سے موسیٰ کو کیونکر علم ہو سکتا تھا کہ وہ خضر ہی ہیں اور وہی خضر ہیں جو فرعون کے بچپنے کے دوست تھے۔

امر ثالث

حضرت خضر نبی تھے یا ولی؟ بعض علماء قشیری نے لکھا ہے کہ خضر نبی نہیں تھے ولی تھے۔ علماء اکابر اکثر انھیں کے ہم زبان ہیں۔ علامہ ثعلبی نے لکھا ہے کہ خضر کا نبی ہونا صحیح ہے اور کثرت آرا اسی طرف ہے۔ اسی قول کی تائید امام ابن جوزی نے بھی کی ہے۔ کمال کیا ان جنہوں نے جنہوں نے خضر کو فرشتہ لکھا ہے۔

حضرت خضر کو نبی کہنے والے اپنے دعوے پر تین دلیلیں پیش کرتے ہیں۔
پہلی دلیل آیۂ کریمہ ہے۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا۔ ترجمہ: جب موسیٰ اور یوشع مجمع البحرین کے پاس پہونچے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ (خضر) کو پایا جس کو ہم نے اپنی خاص مہربانی میں سے ایک حصہ اور اپنی طرف سے اس کو ایک خاص علم سکھایا تھا۔ کہتے ہیں کہ رحمت سے نبوت اور علم سے علم نبوت مراد ہے۔ حالانکہ رحمت سے نبوت اور علم سے علم نبوت کا مراد ہونا خود ایک دعوے محتاج ثبوت ہے۔ رحمت اور علم دونوں لفظ عام ہیں اور عام کے ثبوت سے ثبوت خاص لازم نہیں آتا۔ ہاں اگر خضر کی نبوت پر اس کے علاوہ کوئی مصرح دلیل موجود ہوتی تو رحمت سے نبوت اور علم سے علم نبوت کا مراد ہونا کسی حد تک درست ہو سکتا تھا۔
دوسری دلیل یہ خود حضرت خضر کا مقولہ ہے جو آیات بالا میں منقول ہے کہ انہوں

نے فرمایا مَا فَعَلْتُہٗ عَنْ اَمْرِیْ یعنی ان واقعات مین جو کچھ مین نے کیا وہ اپنے اختیار سے نہین کیا خدا کے حکم سے کیا لیکن درحقیقت خضر کے اس مقولہ سے ان کا نبی ہونا ثابت نہین ہوتا۔ کیونکہ دراصل ہر کام خدا ہی کے اذن و حکم سے ہوتا ہے۔ پس درمیانی وسائل کو دور کرکے اگر اپنا کام فاعل حقیقی کی طرف منسوب کیاجاتا ہے تو نہ اس سے نبی ہونا لازم آتا نہ اس مین کوئی قباحت ہے خصوص ولی کو ایسا کہنا تو بہت مناسب ہے درحالیکہ اس کا صاحب الہام و القا ہونا مسلم ہے۔

تیسری دلیل۔ یہہ ہے کہ حضرت موسیٰ جناب خضر سے مستفید ہوئے۔ خضر کے علم کا موسیٰ کے علم سے زیادہ ہونا ثابت پس عقل تجویز نہین کرتی کہ نبی کے علم سے غیر نبی کا علم زیادہ ہو۔ اگر خضر کو نبی مان لیا جائے تو یہہ اشکال آسانی سے رفع ہو جاتا ہے دلیل مذکورہ رکاکت سے خالی نہین۔ اس لئے کہ محض ایک اشکال کے رفع کرنے کے لئے خواہ مخواہ کسی کو نبی مان لینا عقل کی بات نہین ہے۔

بعض تفسیر نویسون نے لکھا ہے کہ خضر کی نبوت مین اختلاف ہے۔ اقرار مین جرح نہین انکار مین خطرہ ہے یہہ بالکل لایعنی بات ہے۔ جب اہل اسلام کلی طور پر خدا کے تمام رسولون پر ایمان لاچکے تو کسی خاص مشتبہ نبوت والے کی نبوت کا اقرار نہ کرنے سے خطر لازم نہین آتا موجب خطرہ انکار ہے جب کسی نبی کو نبی جانکر اسکی نبوت تسلیم نہ کیجائے۔ ممکن ہے کہ خضر نبی رہے ہون لیکن بحث اس مین ہے کہ کتاب و سنت سے ان کا نبی ہونا ثابت ہے یا نہین۔

امر رابع حضرت نوف بکالی تابعین مین ایک متبحر عالم اور دمشق کے امام تھے ان کا مقولہ ہے کہ خضر کے ساتھہ جو موسیٰ تھے وہ موسیٰ بنی اسرائیل نہین تھے جن کے معجزہ سے دریائے قلزم پھٹ گیا، بنی اسرائیل دریا پار ہوگئے۔ جن کے معجزہ سے عصا اژدہا بن گیا جن کو کتاب توریت ہدایت خلق کے لئے دیگئی بلکہ وہ دوسرے موسیٰ تھے موسیٰ بن میشا بن افراشیم بن یوسف بن یعقوب نوف رحہ ہی کے ہمزبان بہت سے اور علما بھی ہین۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں ارقام فرمایا ہے کہ خضر کے علم کو موسیٰ کے علم سے زیادہ کہنا جایز نہیں ہے۔

امر خامس جمہور علماء اکابر کا مذہب یہی ہے کہ خضر کے ساتھ موسیٰ بنی اسرائیل صاحب توراۃ تھے جیساکہ حدیثوں سے بھی واضح ہوتا ہے۔

خضر کے ساتھ جو واقعات موسیٰ کو پیش آئے ان سے بظاہر اتنا معلوم ہوتا ہے کہ خضر کو موسیٰ پیغمبر سے زیادہ علم تھا اور اس سے خضر کی نبوت پر سند لانی درست نہیں ہے کیونکہ علم نبوت اور شئے ہے بعض علماء نے یہہ جواب دیا ہے کہ ان واقعات سے موسیٰ پر خضر کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ نبی کو علم شریعت سے واقف ہونا اور ان علوم میں کامل ہونا ضروری مانا گیا ہے جو نبوت سے تعلق ہوں یہہ نہیں کہ وہ دنیا بھر جایز و ناجایز علوم و فنون کے ماہر ہوں۔ جو باتیں خضر سے سرزد ہوئی اور موسیٰ کو معلوم نہیں تھیں ان کو علم نبوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس اگر موسیٰ نے ان امور کو نہیں جانا اور خضر نے جان لیا تو وہ ان افضلیت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

دوسرے یہہ کہ شروع ملاقات میں جب موسیٰ نے خضر سے فرمایا کہ میں آپکی خدمت میں اس غرض سے رہنا چاہتا ہوں کہ جو علم آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اوس میں سے مجھ کو سکھا دیجئے تو حضرت نے جواب دیا کہ مجھکو جو علم اللہ نے سکھایا ہے وہ تم کو نہیں معلوم اور جو علم تم کو معلوم ہے وہ میں نہیں جانتا۔

پس اگر زیادتی علم سے افضلیت ثابت ہوتی ہو تو موسیٰ کی افضلیت بھی خضر پر ثابت ہے جو لوگ علم اسرار ملکوت مراد لیکر موسیٰ کو اس سے ناواقف بتاتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں یہہ تو ایسی بات ہے جو نہ تو قرآن و حدیث سے ثابت ہو سکتی نہ عقل سلیم قبول کر سکتی کیونکہ علم اسرار ملکوت سے پیغمبر کا بیخبر ہونا شان نبوت کے بالکل منافی ہے۔ اسی لئے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سختی سے انکار کیا ہے کہ خضر کے علم کو موسیٰ کے علم سے زیادہ کہنا زندقہ ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ نبی کا علم

غیر نبی کے علم سے کم ہو۔

اگر خضر کی نبوت مان بھی لی جائے تو وہ مشکوک ہے جس کا اثر کتاب و سنت
میں کہیں نہیں ہے اور یہہ مسلم ہے کہ حضرت موسیٰ نبی مرسل تھے۔ صاحب کتاب
(توریت) تھے صاحب معجزات تھے۔ تمام انبیاء بنی اسرائیل میں افضل تھے
تو اب دو صورت سے خالی نہیں۔ اگر خضر نبی تھے تو رسول صاحب کتاب نہ
تھے اور بہر حال موسیٰ ان سے اعلیٰ درجہ پر تھے پس اعلیٰ درجہ کے شخص کا ادنیٰ
درجہ والے سے تعلیم پانا جائز نہیں ہے اگر خضر نبی نہیں تھے، ولی تھے تو اس
حالت میں خضر کا موسیٰ سے اعلم و افضل ہونا محال ہے اور نبی کا ولی تعلیم پانا عقلاً
نقلاً دونوں طرح سے باطل ہے۔

علماء رحمہم اللہ نے جواب دیا ہے کہ خضر ایک خاص علم جانتے تھے جو موسیٰ کو
نہیں معلوم تھا اور خاص علم کے نہ جاننے سے عام علم کے جاننے والے پر کوئی فضیلت
نہیں ہوتی، مثلاً ایک عطائی طبیب ہے جس کو دو تین نسخے معلوم ہیں اور ان نسخوں
سے وہ بعض امراض کا حکمی علاج کرتا ہے۔ مگر ان دو تین نسخوں کے جان لینے سے
یہہ نہیں ہو سکتا کہ وہ طبیب ہو جائے یا طبیب سے اچھا کہا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ خضر کے چند معلومات جن سے موسیٰ ناواقف تھے اور جن
سے خضر کا موسیٰ سے افضل ہونا سمجھا جاتا ہے، وہ خود ایسے معلومات ہی نہ تھے جو
عظیم الشان ہوں یا جن کو علم شریعت اور علم اسرار ملکوت سے تعبیر کیا جا سکے
کشتی کو جو حضرت خضر نے بیکار یا عیب دار کر دیا اس میں کوئی غیب دانی کا
بھید مخفی نہ تھا وہ ایک مقامی واقفیت تھی حضرت خضر جانتے تھے کہ دریا کے اس
پار ایک ظالم بادشاہ ہے جو ہر عمدہ اور بکار آمد کشتی کو غصب کر لیتا ہے۔ موسیٰ
چونکہ اس گاؤں میں نووارد تھے انہیں گاؤں اور گاؤں والوں کے حالات سے
اطلاع نہیں تھی اور یہی وجہ اعتراض کرنے کی تھی لڑکے کو جو قتل کر دیا تو اس کی
اور اس کے ماں باپ کے حالات سے ان کو اطلاع تھا ... تھا

یا بالغ ہو چکا تہا (کیونکہ غلام کا اطلاق دونون پر ہوتا ہے) چور تہا اپنے مان باپ کو ایذا دیتا تہا یہ ممکن ہے کہ حضرت حسب شریعت پر تھے ہمین ایسے لڑکے کا قتل کر دینا محکوم رہا ہو ہمکو معلوم نہین مگر ہو سکتا ہے کہ اس نوجوان نے کسی کو قتل کر دیا ہو، وہ اشتہاری مجرم رہا ہو اور بادشاہی حکم و قانون کے بموجب خضر نے اس کو پاکر قتل کر ڈالا ہو۔

حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ خضر نے بلا قصور ایک جان ضائع کر دی جو شریعت موسوی مین کسی طرح جایز نہ تھا بیتاب ہو کر پوچھ بیٹھے کہ ایسی حرکت آپ نے کیون کی ؟ اور نبی ہونیکی حیثیت سے ان کا پوچھنا بہت مناسب تہا۔

دیوار کو جو درست کر دیا تو حضرت خضر گاؤن والونکے کچھ پیچھے اور خصوصًا دیوار والے کے بچ کے واقعات سے خبر رکھتے ہون گے یا ممکن ہے کہ دیوار والے نے مرتے وقت ان کو بتا دیا ہو کہ دیوار کے تلے خزانہ گڑا ہوا ہے اور وہ میرے یتیم بچون تک پہونچا دینا چاہتے۔

حضرت خضر سمجھے تھے کہ آج مین فلان فلان کام کرنے نکلا ہون تو ان کا مونکو ضرور کرونگا اور موسیٰ چونکہ اصل حقیقت سے آگاہ نہین ہین اور ظاہرًا وہ شریعت کے خلاف بھی معلوم ہونگے اس لئے مقتضائے بشریت سے وہ صبر نہ کر سکینگے اسی لئے انہون نے پہلی ہی موسیٰ سے کہدیا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکوگے۔ ورنہ در حقیقت ان واقعات مین نہ کوئی راز حقیقت تہا نہ اسرار ملکوت کے علم کو ذرا بھی دخل تہا

امر سادس مجمع البحرین یعنی دو دریاؤن کے ملنے کی جگہ سے کیا مراد ہے ؟

اکثر مفسرین متفق ہین کہ مجمع البحرین سے بحر روم اور بحر فارس کا ملتقی مراد ہے جہان یہہ دونون بحر ذخار آکر مل گئے ہین۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ جس مقام پر دریائے روم و فارس آملے ہین اس مشرقی جانب مراد ہے۔ بعض لوگ مقام طنجہ اور بعض افریقیہ کو بتاتے ہین شاید یہ دو دریا سمندر کی دو شاخین ہون جن کے ملنے کی جگہ سے موسیٰ ع بنی اسرائیل کو لیکر دریا پار ہو گئے تھے۔

علامہ قرطبی اور نیز دوسرے مفسرین نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ مجمع البحرین سے خود موسیٰ وخضر کا جمع ہونا مراد ہے اس لئے کہ یہہ دونوں علم کے دو بحر ذخار تھے شاید یہہ صحیح ہو مگر عقل سلیم تو ایسی بھونڈی بات کو تسلیم نہیں کرتی نہ قرآنی الفاظ اسکی تصدیق کرتے

اولاً - اس وجہہ سے کہ قرآن مجید مین موسیٰ کا قول اسطرح منقول ہے کہ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ) مین جب تک دونون دریاؤن کے ملنے کی جگہ نہ پہونچ لونگا اپنے ارادہ سے باز نہین آؤنگا پس اگر مجمع البحرین سے موسیٰ وخضر کا جمع ہونا مقصود ہوتا تو حضرت موسیٰ مجمع البحرین کا لفظ نہ فرماتے کیونکہ دو دریاؤن مین سے ایک تو خود ہی تھے صرف ایک دریا کی تلاش تہی مگر اس اعتراض کا یہہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ موسیٰ، دونون دریاؤن کو نہین ڈہونڈہتے تھے بلکہ وہ مقام ڈہونڈہتے جہان دونون دریا آکر جمع ہون -

ثانیاً - اس وجہہ سے کہ اگر مجمع البحرین سے موسیٰ وخضر کا مجمع مراد ہو اور دو دریا سے موسیٰ وخضر سمجھے جائین تو یہہ استعارہ ہوگا لیکن واضح رہے کہ قرآن مین ایسے استعارات داہیہ کہین نہین ہین -

امر سابع - بعض مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ان کے غلام تھے جو مچھلی کا ناشتہ لیکر ساتھ ساتھ چلے تھے مگر درست یہی ہے کہ موسیٰ کے ساتھ یوشع بن نون افرائیم بن یوسف بن یعقوب علیہم السلام تھے - وہ موسیٰ کے غلام نہین تھے اکثر آپ کی خدمت کیا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہین موسیٰ کا فتا فرمایا - اور یہی یوشع سب سے پہلے حضرت موسیٰ پر ایمان لائے تھے اس مین بھی اختلاف ہے کہ یوشع بن نون آخر وقت تک حضرت موسیٰ کے ساتھ رہے یا خضر کے ملنے کے بعد وہ حضرت موسیٰ سے جدا ہوگئے -

امر ثامن - قرآن مجید مین صرف اسقدر ہے کہ جب موسیٰ اور یوشع بن نون، دو دریاؤن کے ملنے کی جگہہ پر پہونچے، وہین اپنے ناشتہ کی مچھلی بھول گئے اور مچھلی عجیب طور سے دریا مین اپنا راستہ بنا کر چلی گئی - باقی رہی یہہ بات کہ مچھلی تلی ہوئی تہی یا کچی

تھی اور تلی ہوئی تھی تو کیونکر زندہ ہوکر دریا مین چلی گئی قرآن مین اس کا کچھہ ذکر نہین ہے مگر صحیح بخاری وغیرہ کی حدیثون مین یہہ مستزاد ہے کہ مجمع البحرین کے پاس جب موسیٰ ایک پتھر سر رکھکر سو گئے ۔ اس پتھر کے پاس آبحیات کا چشمہ تھا۔ یوشع بن نون نے اسی چشمہ سے وضو کیا۔ وضو کرنے مین پانی کے چند قطرے اڑکر مچھلی پر جا پڑے اور وہ اوسی وقت زندہ ہوکر دریا مین چلی گئی ۔

بعض حدیثون مین آبحیات کا تذکرہ نہین ہے فقط اتنا ہے کہ موسیٰ جب تلی ہوئی مچھلی بھول اوٹھے وہ کسی طرح زندہ ہوکر دریا مین چلی گئی ۔

اب اس پہلی روایت پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آب حیات کے پڑنے سے جب تلی ہوئی مچھلی زندہ ہوگئی تو یوشع بن نون نے وضو کیا تھا اونہون نے حیات جاوید کیون پائی ۔

ہم ان روایات مذکورہ کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد جواب دیسکتے ہین کہ :-

اولاً ۔ آبحیات مین یہہ تاثیر بتائی گئی ہے کہ زندہ حیوان پی لے تو حیات جاوید پاتے اور مردہ پر پڑ جائے تو زندہ ہو جائے۔ اگر یوشع بن نون آبحیات کے چشمہ سے کچھہ پانی پی لیتے ہوتے تو البتہ حیات جاوید پاتے مگر اونہون نے پیا نہین صرف وضو کیا تھا۔

ثانیاً۔ اگر عرف عام اور مروجہ پر لحاظ کرکے اس کو نہ مانا جائے تو بھی کہا جا سکتا ہے کہ یوشع بن نون نے وضو کیا لیکن وہ کس وضع کا وضو تھا ہمکو نہین معلوم معترض نے مذہب اسلام اور ملت محمدیہ کے وضو پر خیال کرکے اعتراض قایم کیا ہے ۔ جس مین کلی اور مضمضہ کیا جاتا ہے حالانکہ یوشع بن نون کا اسطرح وضو کرنا نہ ثابت ہے نہ ایسا وضو کسی دین مین کبھی رایج و محکوم تھا اور جب یہ صورت ہے تو ہم کہتے ہین کہ یوشع نے کلی نہین ۔ مگر وضو کرنے مین پانی کے چند قطرے مچھلی کے حلق مین جا پڑے اور وہ زندہ ہوگئی ۔

ثالثاً۔ اگر یہہ بھی مان لیا جائے کہ آبحیات کے پڑنے ہی سے حیات جاوید پا

یا زندگی مل جاتی ہے تو بھی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ معترض نے یوشع بن نون کا مرنا ثابت نہیں کیا۔ نہ ہم اس امر کے قائل ہوئے ہیں کہ یوشع بن نون نے حیات جاوید نہیں پائی، ممکن ہے کہ وہ بھی حیات جاوید پاکر ابتک زندہ ہوں

بعض ظاہر پرستون کا مسلک یہہ ہے کہ موسیٰ کے ساتھہ نہ تلی ہوئی مچھلی تھی نہ کچی پکی تھی۔ بلکہ حضرت موسیٰ نے زندہ مچھلی پکڑکر ناشتہ کے لیے ساتھہ لے لی تھی مجمع البحرین کے پاس جب سوگئے تو مچھلی جو ابھی تک زندہ تھی موقع پاکر تڑپی اور دریا مین جا رہی۔

ایسا بھی ہو سکتا ہے اور ممکن ہے لیکن یہہ محض قیاس ہے جو صحیح حدیث کے خلاف اور غیر ثابت ہے۔

امر تاسع ایسے چشمہ کا ہونا جس کے پانی مین یہہ تاثیر ہو کہ زندہ پی لے تو کبھی نہ مرے اور مردہ پر پڑے تو زندہ ہو جائے صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ قرآن سے بھی اشارۃً نکلتا ہے اور عقلاً بھی ممکن ہے۔ البتہ یہہ بات کہ وہ چشمہ کہان ہے، ہمیشہ جاری رہتا ہے یا نہین اور کوئی جو ینده پا سکتا ہے یا نہین اللہ کو معلوم، ممکن ہے کہ خدا کی قدرت کاملہ اور زمین اور زمین کی چند اشیاء کے خواص سے تھوڑی دیر کے لئے ایسا چشمہ جاری ہو گیا ہو اور جاری ہو کر بند ہو گیا ہو یا ہو سکتا ہے کہ آبحیات کا چشمہ ہو مگر انسان کو معلوم نہ ہو۔ اسکی دلچسپ بحث آئندہ مفصلاً آئیگی۔

امر عاشر جب مچھلی زندہ ہو کر دریا مین جا رہی تو جس جس طرف وہ پانی کو پھاڑتی گئی تھی وہان وہان کا پانی رک گیا اور اسی طرح مچھلی راہ کا نشان بنگیا قرآن مجید مین جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ـ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا اس سے یہی مراد ہے کیونکہ دریا مین جادۂ راہ کا نشان دیر تک باقی نہین رہتا اور یہی بات یوشع بن نون کو عجیب معلوم ہوئی پانی کا اسطرح رک رہنا اور راہ کا نشان بنجانا ممکن ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ معترض استحالہ کی وجہ پیش کرے

امر یازدہم ۔ جس ظالم بادشاہ کے غضب سے بچنے کے لئے خضر نے کشتی کو عیب دار کر دیا ۔ اس کا نام بخاری کی حدیث مین ہد دبن بد دلکھا ہے اور یہہ توریت سے منقول ہے یہہ بادشاہ حضرت عیص بن اسحاق کی اولاد سے تہا

عبداللہ بن عباس علیہما السلام کی تفسیر مین اس بادشاہ کا نام جلند مرقوم ہے

امر دوازدہم ۔ جس غلام کو حضرت خضر نے ذبح کر دیا تہا اوسکے نام مین اختلاف ہے ۔ حدیث بخاری مین جلیسور لکہا ہے ۔ عبداللہ بن عباس علیہما السلام کی تفسیر مین خشنبو مرقوم ہے اور ان کے علاوہ بعض نے جیسور بعض نے حانیسو بعض نے حیسون اور بعض نے شمعون بہی بتایا ہے ۔

جس گاؤن مین خضر و موسیٰ نے رات بسر کی اور صبح کو خضر نے دیوار درست کر دی تہی اور جہان کے لوگون نے ان مقدس نفوس کی مہمانداری منظور کی تہی ٹہیک نہین معلوم کہ وہ کونسا گاؤن تہا ۔ تفسیر ابن عباس رضہ مین انطاکیہ لکہا ہے مختلف تفسیرون مین آذربیجان ۔ ایلہ ۔ ناصرہ ۔ برقہ مختلف نام بتائے گئے ہین ۔

علامہ قسطلانی نے لکہا ہے کہ اس گاؤن مین خضر نے جس دیوار درست کر دیا تھا وہ عرض مین پچاس گز اور طول مین سو گز تہی ۔ دوسرے مفسرون کا مقولہ ہے کہ وہ دیوار بلندی مین دو سو گز تہی عرض مین پچاس گز تہی پر اسکا سایہ پانچسو گز کا پڑتا تھا اتنی بڑی پوری دیوار کا پوری طرح درست کر دینا ایک آدمی سے ممکن نہین لیکن یہ صورت ہو سکتی ہے کہ جہان خزانہ گڑا ہوا تھا، اتنی دیوار کو پوری طرح درست کر دیا یہہ دیوار شہر کے دو یتیم بچون کی تہی ۔ ان کا نام اصرم اور صریم اور ان کے باپ کا نام کاشح تھا دیوار کے نیچے خزانہ کونسا تھا اس مین بہی اختلاف ہے ۔

حضرت ابن عباس رضہ کا مقولہ ہے کہ وہ ایک تختی تہی جسپر کچہہ علم و حکمت کی باتین مرقوم تہین بعض نے سونے کی تختی بتائی ہے ۔ بعض نے لکہا ہے کہ سونا چاندی

اور جو اسرار وغیرہ تھے۔ بہرحال خزانہ تھا مگر وہ کیا تھا سو اللہ کو ہی کو خوب معلوم ہے

خضر و سلیمان ع

شواہد التوضیح شرح جامع الصحیح مین علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ حضرت خضر سلیمان کے دربار مین موجود تھے اور انکا قصہ قرآن مجید مین مذکور ہے۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ

اور سلیمان نے پرندون کی موجودات لی تو کہا کیا بات ہے کہ مین ہدہد کو نہین دیکھتا کیا پرندون کی کثرت کیوجہ سے ہم کو نہین دیکھائی دیتا یا واقع مین غیر حاضر ہے۔ اگر غیر حاضر ہے تو ہم اوسکو ضرور سخت سزا دینگے یا اسکو حلال ہی کر ڈالینگے یا وہ ہمارے حضور مین اپنی غیر حاضری کی کوئی وجہ پیش کرے جس سے ظاہر ہو کہ وہ بے قصور ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہدہد آحاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھکو ایک ایسا حال معلوم ہوا ہے جو حضور کو نہین معلوم اور مین حضور مین شہر سبا کی ایک تحقیق خبر لیکر حاضر ہوا ہون۔ مین نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ وہان کے لوگون کی ملکہ ہے اور اونپر حکمرانی کرتی ہے اور ہر طرح کے ساز و سامان سلطنت اسکو میسر ہین اور اوسکے یہان ایک بہت بڑا تخت ہے مین نے ملکہ اور اوسکے لوگونکو دیکھا کہ خدا کو چھوڑکر آفتاب کو سجدہ کرتے ہین اور شیطان نے اونکے اعمال کو انہین عمدہ کر دیکھایا ہے اور اون کو راہ راست سے روک دیا ہے تو ان کو اتنی بات بھی نہین سوجھ پڑتی کہ خدا ہی کے آگے سجدہ کرین

أَلَّا يَسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي يُخْرِجُ
الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا
تُعْلِنُونَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا
هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ
كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ اِذْهَبْ
بِكِتَابِي هٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ
ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَا
ذَا يَرْجِعُونَ قَالَتْ يَا أَيُّهَا
الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ
كَرِيمٌ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي
مُسْلِمِينَ قَالَتْ
يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي
فِي أَمْرِي مَا كُنْتُ
قَاطِعَةً أَمْرًا حَتّٰى
تَشْهَدُونِ قَالُوا
نَحْنُ أُولُو قُوَّةٍ وَأُولُو
بَأْسٍ شَدِيدٍ وَالْأَمْرُ
إِلَيْكِ فَانْظُرِي مَاذَا
تَأْمُرِينَ قَالَتْ إِنَّ

جو آسمان و زمین کی چھپی ہوئی چیزون کو ظاہر کرتا ہے اور
جو کام تم لوگ چھپا کر کرو اور جو علانیہ کرو (اقسہ)
سب سے واقف ہے اللہ وہ ذات پاک ہے کہ
اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی عرش برین کے
تخت کا مالک ہے ۔ سلیمان ؑ نے کہا اچھا ہم ابھی دیکھ
لیتے ہین کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹا ہے ۔ یہہ ہماری تحریر
لیکر جا اور اوس کو ان کی طرف ڈالدے پھر اون سے
الگ ہٹ جا پھر دیکھتا رہ کہ وہ لوگ کیا جواب دیتے
ہین ۔ غرض ہدہد نے سلیمان کا فرمان ملکہ کو پہونچا دیا
وہ اوسے دیکھکر بولی کہ اے اہل دربار اِنیہ ایک
فرمان واجب الاحترام ہماری طرف ڈالا گیا ہے
یہہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس کی عبارت
اس طرح پر ہے کہ سب سے پہلے اوسمین بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہے اور بسم اللہ کے بعد یہہ ہے کہ ہم سے سرکشی نکرو
اور فرمان بردار بن کر ہمارے حضور مین حاضر ہو جاؤ
سبا کی ملکہ سلیمان کا فرمان سنانے کے بعد بولی کہ اے
اہل دربار ! ہمارے اس معاملہ مین ہم سے اپنی
رائے بیان کرو ۔ ہمارا ہمیشہ سے دستور رہا ہے کہ
تاوقتیکہ تم ہمارے حضور مین موجود نہ ہون ہم کسی امر
مین قطعی حکم نہین دیا کرتے ۔ درباریون نے عرض
کیا کہ ہم بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہین
اور آیندہ سرکار کو اختیار ہے جیسا حضور حکم دین
اوس کے نیک و بد کو اچھی طرح دیکھ لین ۔ وہ بولی

الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً
أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ
أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَالِكَ
يَفْعَلُونَ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ
إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ
بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ
فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ
أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا
آتَانِيَ اللهُ خَيْرٌ مِمَّا
آتَاكُمْ بَلْ أَنْتُمْ
بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ
إِرْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَا
تِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا قِبَلَ
لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ
مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ
صَاغِرُونَ - قَالَ
يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِيني
بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي
مُسْلِمِينَ قَالَ عِفْرِيتٌ
مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ
قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ
مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ
أَمِينٌ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ

جب بادشاہ کسی شہر کو بزور فتح کرکے اس مین داخل
ہوا کرتے ہین تو ان کا دستور ہے کہ اسکو خراب
اور وہان کے معزز لوگون کو ذلیل کردیا کرتے ہین:
اور ہم ایلچیون کے ہاتہہ ان کی طرف تحفے تحایف بہیجکر
دیکہتے ہین کہ ایلچی کیا جواب لیکر آتے ہین۔ پہر جب
ایلچیون کا سردار سلیمان کے حضور مین تحفے تحایف
لیکر حاضر ہوا تو سلیمان نے کہا کہ کیا تم لوگ مال سی
ہماری امداد کرنا چاہتے ہو؟ سو جو کچہہ ہم کو خدا نے
دے رکہا ہے وہ اس سے کہین بہتر ہے جو تم کو دیا ہی
سو کچہہ تم ہی اپنے تحفہ سے خوش ہوتے ہوگے اے
سرگروہ ایلچیان! جنہون نے تجھکو بہیجا ہے انہین کے
پاس پہر لوٹ جا اور اب ہم ایسے لشکر لیکر ان پر چڑہائی
کرینگے جن کا مقابلہ ـــ ـــ ان سے نہ ہو سکیگا
اور ہم ان کو وہان سے ذلیل خوار کرکے نکال باہر
کرین تو سہی۔ اتنے مین سلیمان نے کہا، کہ اے اہل
دربار! کوئی تم سے ایسا بہی ہے قبل اسکے کہ یہہ
لوگ مطیع ہوکر ہمارے حضور مین حاضر ہون ملکہ
کے تخت کو ہمارے پاس لاکر حاضر کردے۔ اس پر
جنات کے قسم مین سے ایک دیو بول اٹہا کہ آپ
کے دربار برخاست کرنے سے پہلے مین تخت کو
حضور مین لاکر حاضر کرونگا اور مین اس جسم کے سر
کرنیکی طاقت بہی رکہتا ہون اور امانت دار بہی ہون
(اس کے بعد) ایک شخص یعنی خضر جس کو کتابی

عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا
آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ
يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ
فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا
عِنْدَهُ قَالَ هَٰذَا مِنْ
فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي
أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ
وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا
يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ
كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ
كَرِيمٌ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا
عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي
أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ
لَا يَهْتَدُونَ فَلَمَّا
جَاءَتْ قِيلَ أَهَٰكَذَا
عَرْشُكِ قَالَتْ كَأَنَّهُ
هُوَ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ
مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ
وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ
مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ
مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ قِيلَ
لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا
رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ

علم تھا بولا کہ آپ کی آنکھہ جھپکنے سے پہلے مین تخت
کو آپ کے حضور مین لا حاضر کرونگا تو جب سلیمان نے
تخت کو اپنے پاس موجود پایا بول اوٹھے کہ یہ بھی
میرے پروردگار کا احسان ہے تا کہ مجھکو ازمائے
کہ آیا مین اس کا شکر کرتا ہون یا ناشکری کرتا ہون
اور جو کوئی خدا کا شکر کرتا ہے تو وہ اپنے بھلے کیلئے
شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار
اوسکے شکر سے بے نیاز اور بڑا سخی ہے کہ ناشکرون
کو بھی دیتا ہے سلیمان نے حکم دیا کہ ملکہ کی عقل آزمائی
کے لئے اوس تخت کی صورت بدل دو تا کہ ہم
دیکھین کہ آخر کار ایمان کے سیدھے رستہ پر
آتی ہے یا انہین لوگون مین رہتی ہے جو کسی طرح
راہ پر نہین آتے پھر جب ملکہ بلقیس سلیمان کے حضور
مین آ حاضر ہوئی تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا
تخت ایسا ہی ہے وہ بولی کہ یہہ تو گویا عین وہی ہے
اور سلیمان سے مخاطب ہوکر بولی کہ ہم کو تو اوس واقعہ
سے پہلے آپ کا برگزیدۂ خدا ہونا معلوم ہوگیا
تھا اور ہم تب ہی آپ کو مان گئے تھے اور دراصل
مین وہ جو خدا کے سوا آفتاب کو پوجتی تھی اسی لئے
ابتک اس کو سلیمان کے پاس آنے سے روکے بھی
رکھا کیونکہ وہ کافر لوگون مین سے تھی پھر اس سے
کہا گیا کہ آپ محل مین تشریف لے چلئے تو جب اس
نے محل مین شیشے کے فرش کو دیکھا تو کھائی سمجھی

عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ	اور وہان سے گذرنیکے لئے اس طرح پائنیچے اٹھائے کہ اپنی دونون پنڈلیان کھولدین سلیمان نے کہا یہ توشیش محل ہے جس کے فرش مین بھی شیشے ہی جڑے ہوئے ہین تب وہ متنبہ ہوکر عرض کرنے لگی کہ اے میرے پروردگار مین نے کفر سے اپنا آپ ہی نقصان کیا اور اب مین سلیمان کیساتھ ہوکر اللہ رب العالمین پر ایمان لائی

مباحث

پہلی بحث - ہدہد مشہور پرندہ ہے - عربی مین اسکی کنیت ابوالاخبار ابو ثمامہ ابو الربیع ابو روح ابو سجاد اور ابو عباد ہے - ہدہد کی جمع ہداہد ہے - حضرت سلیمان عم کے ہدہد کا نام تفسیر ابن عباس عہ مین یعفور لکھا ہے -

ہدہد کی بصارت بہت تیز ہوتی ہے - کہتے ہین جسطرح انسان شیشے کے نیچے کا پانی دیکھتا ہے اسی طرح ہدہد زمین کے نیچے کا پانی دیکھتا ہے - پانی کی اطلاع کے لئے وہ سلیمان عم کی لشکر کے ساتھہ رہتا تھا ہدہد کا گوشت ملت حنفیہ مین حرام ہی اوسکی آنکھہ قوت حافظہ کے لئے بہت مفید ہے خواب مین ہدہد نظر آسے تو اس کی تعبیر علم و غنا ہے -

امام ابو قلابہ عبد الملک بن رقاشی جب مان کے پیٹ مین تھے ایک روز ان کی مان نے خواب دیکھا کہ ان کے پیٹ سے ہدہد پیدا ہوا ہے - معبر نے تعبیر بتائی کہ اگر خواب سچا ہے تو تمہارے پیٹ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا جو کثیر الصلوۃ صاحب علم اور مشہور و مقبول محدث ہوگا - چنانچہ مدت حمل گذر جانے پر امام ابو قلابہ پیدا ہوئے - جب وہ سن رشد کو پہونچے ان کی فطری ذکاوت اور اتقا و پرہیزگاری ظاہر ہونے لگی - وہ ہر روز چارسو رکعت نماز نفل بلاناغہ پڑہا کرتے تھے - ساٹھہ ہزار حدیثین ان کو ازبر یاد تھین آخر اس گران پایہ محدث نے ۲۷۶ھ ہجری مین دنیا کو خیرباد کہا -

لطیفہ

اس مقام پر مجھکو ایک واقعی لطیفہ یاد آگیا جس کا لکھنا دلچسپی سے خالی نہین ہوگا ہمارے دادا مولانا نجم الدین چریاکوٹی ہندوستان کے اکابر علماء سے تھے ۱۳۰۰ھ مین انکی وفات ہوئی جناب ممدوح کے ایک ابن عم شیخ قدرت اللہ تھے ان کی حرم محترم بتول خاتون ایک نہایت ہوشیار، پارسا اور فاضل بی بی تہین ان کے صفات نے انہین زبیدہ ثانیہ کا لقب دلایا۔ ان خوش سلیقہ بی بی نے ایک دفعہ خواب مین دیکھا کہ قرآن مجید مجلد نہایت ضخیم سامنے رکھا ہوا ہے جلد کے بیچون بیچ مین ایک مدور سوراخ ہے جو بالکل آر پار ہو گیا ہے۔ ہمارے جد محترم نے تعبیر بتائی کہ تمہارے ایک بیٹا پیدا ہوگا اور وہ قرآن مجید کا عمدہ حافظ ہوگا چنانچہ اس واقعہ کے دس برس کے بعد محمد عبد الشکور متولد ہوئے جو حافظ محمد عبد الشکور کے نام سے مشہور ہوئے۔

دوسری بحث۔ حدیثون اور کتب قدیمہ اور نیز قرآن کے سیاق و سباق سے صاف پایا جاتا ہے کہ سب باتین حضرت سلیمان سے ہد ہد نے کین حضرت سلیمان کا پرندون کی بولی کو سمجھنا اور پرندون سے باتین کرنا بصراحت ثابت ہے۔ ہم اسکے ثبوت مین تین دلیلین مستزاد کرتے ہین۔

پہلی دلیل۔ قرآن مجید مین اسی قصہ کے اوپر مذکور ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا	چیونٹیون کے ایک میدان مین پہونچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنی اپنی بلون مین گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور انکی لشکر والے تم کو کچل ڈالین اور انکو خبر بھی نہ ہو چیونٹی کی اس بات سے سلیمان ہنسے اور مسکرائے۔

بعض ظاہر پرستون نے لکھا ہے کہ نملہ کے معنی چیونٹی کے نہین ہین، اس لئے کہ چیونٹی کا کلام کرنا اس طرح کہ انسان سمجھ لے خلاف عقل ہے۔ نملہ دراصل

ایک بڑہیا کا نام تھا جس نے اپنی قوم بنی نملہ کو گہرون مین چہپ جانیکی ہدایت کی تھی تا لشکریان سلیمان سے انہین کوئی مضرت نہ پہونچے ۔

جواب

معترض کا اعتراض غلط اور توجیہ اس سے زیادہ غلط ہے ۔

اولاً اسوجہہ سے کہ چیونٹی کا اس طرح بات کرنا کہ انسان سمجہہ لے کیون خلاف عقل ہے اس پر معترض نے کوئی بینہ پیش نہین کیا، اگر اسوجہہ سے خلاف عقل ہے کہ ابتک کسی حیوان متعلق نے اس طرح کلام نہین کیا یا کلام کرنا دیکہا سنا نہین گیا ۔ یا تاریخ سے ثابت نہین تو یہ نہایت بودی بات ہے ۔ ابتک کسی حیوان کے بات نکرنے سے کیونکر لازم آتا ہے کہ کر ہی نہین سکتے ؟ پہر یہ کیونکر اور کہان سے ثابت ہوا کہ ابتک کسی حیوان نے کلام نہین کیا ؟ یون کہو کہ تم نے ابتک کسی حیوان کو بات کرتے نہین دیکہا یا تم نے کسی حیوان کے کلام کو نہین سمجہا تو چند افراد کے جاہل ہونے سے لازم نہین آتا کہ ابتک کوئی انسان کسی حیوان کا کلام سمجہہ ہی نہ سکا ہو یا کلام کرتا ہی نہ ہوا ہو ۔ حالانکہ تواریخ سے زیادہ اور بہت زیادہ صحیح مخبر وہ ہے جو آسمانی کتابون خصوص قرآن مجید اور احادیث رسول سے مروی ہو ۔ ہدہد، چیونٹی اور دابۃ الارض بہت جانورون کا کلام کرنا اور انسان کی سمجہہ مین آنا مروی ہے یہان تک کہ حدیثون مین درخت و پتہر کا کلام کرنا اور رونا اور سلام کرنا بھی روایت کیا گیا ہے ۔ جن مین سے استون حنانہ کا واقعہ بہت مشہور ہے ۔

دوسرے ۔ اس وجہہ سے کہ قرآن کے الفاظ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا سے ظاہر ہے کہ سلیمان نے چیونٹی کا کلام سنا اور اس کو سمجہا کیونکہ اگر اوسکی بات سنی اور اسکو سمجہا نہین یا سنا بھی نہین تو ہنسے کیون اور کس بات پر ہنسی آئی حالانکہ ”مِن قَوْلِهَا“ سے صاف ظاہر ہے کہ سلیمان کی ہنسی چیونٹی کی بات سے تہی ۔

ثالثاً اسوجہہ سے کہ نملہ اگر کسی بوڑہی عورت یا مرد کا نام سمجہا جاتے تو اسکی غلطی بدیہی ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہین اس لئے کہ اس صورت مین نملہ کو غیر منصرف ہونا چاہئے کیونکہ علم اور عجمہ یا علم اور تانیث دو سبب کلمہ مین موجود ہین حالانکہ وہ

غیر منصرف نہین ہے - غیر منصرف پر تنوین اور الف لام کچھ مفصل نہین ہوتا اور نملةٌ تنوین ہے
ہان اگر معترض نملہ کو مرفوع بلا تنوین پڑہے تو صحیح ہوجائیگا لیکن وہ قرارت متواترہ
کے خلاف ہے -

رابعاً - اس وجہہ سے کہ لشکریان سلیمان بیخبری کی حالت مین بھی انسان کو کچل
نہین سکتے انسان کوئی حقیر مخلوق نہین ہے جسکو انسان ہی غفلت مین کیڑے مکوڑون
کی طرح کچل ڈالے البتہ اگر "یَحْطِمَنَّکُمْ" کے معنی تکلیف و ایذا کے لیے جائین اور اس سے
بربادی مراد لی جائے کہ بادشاہی لشکر جہان کہین وارد ہوتا ہے عوام الناس
اور اہل ملک تباہ و پریشان ہوتے ہین تو مذکورہ سقم دفع ہوجائیگا لیکن پھر دوسری
چار خرابیان اس سے بڑھکر لازم آتی ہین -

اول یہہ کہ لشکریان اسلام عام لشکریون جیسے نہ تھے جو ملک والون کو تکلیف و
ایذا پہونچاتے - دوسرے یہ کہ نملہ نے اپنی نوع کو ہدایت دی تھی کہ سب اپنے
گھرون مین چلے جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کے لشکر والے نادانستہ تم کو تکلیف
پہونچائین، اسسے خود ظاہر ہے کہ نملہ کو علم تہا کہ لشکریان سلیمان عام لشکریون جیسے نہین
ہین جو رعایا کو جان بوجھکر ہلاک کرین اور ایذا پہونچائین اور جب یہہ صورت ہے
کہ لشکریان سلیمان کا دانستہ تکلیف نہ پہونچانا مسلم تہا تو نملہ سے بوڑہی عورت اور
نمل سے ان کے قبیلہ والونکا مراد لینا خود باطل ہوگیا کیونکہ آدمی کو آدمی نادانستگی
مین کچل نہین سکتا - تیسرے یہہ کہ چیونٹی نے سلیمان اور لشکریان سلیمان دونون کی
نسبت گمان کیا تہا حالانکہ سلیمان پیغمبر کی ذات سے یہ اندیشہ کہ انسان کو ایذا
پہونچائینگے نہ بیخبری مین صحیح ہے نہ حالت علم مین - چوتھی یہہ کہ چیونٹی نے اپنے
بنی نوع سے گھرون مین چھپ جانیکو کہا تا لشکریون کے شر سے محفوظ ہوجائین لیکن
ظاہر ہے کہ رعایا گھرون مین چھپ جائین تو بھی لشکریون سے اور انکی شرارتون
سے بچ نہین سکتے - غرض ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ نملہ سے چیونٹی ہی مراد ہے اور یہ
چیونٹی ہی نے اپنے ہم جنس چیونٹیون سے کہا تہا کہ تم سب اپنی بلون مین گھس جاؤ ورنہ

شاید لشکر والے بیچبری مین کچل ڈالین۔
ثانیاً اسوجہہ قرآن مجید مین اللہ تعالی فرماتا ہے قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَ اُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ (ترجمہ) سلیمان نے کہا کہ اے لوگو! ہم کو پرندون کی بولی سکہائی گئی ہے اور ہمکو ہر طرح کے ساز و سامان عنایت ہوئے ہین بعض انبیای دہر نے لکہا ہے کہ طیر کے معنی گہوڑے کے ہین اور منطق الطیر سے علم الافراس یعنے گہوڑونکا علم مراد ہے۔
محض لغو توجیہ ہے۔ اولاً۔ تو علم الافراس کے جاننے والے اب بہی گلی کوچون مین بکثرت پائے جاتے ہین اور ہر زمانہ مین رہے ہین پہر حضرت سلیمان کو ایسے اوونی علم کے سکہائے جانے پر کونسی بزرگی اور کیا فخر کی جگہ تہی جو انہون نے بڑی تمکنت سے فرمایا اَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ دوسرے یہہ کہ طیر کے معنی گہوڑے کے ہرگز نہین ہین۔ یہہ معنی لغت عربی کے بالکل خلاف قرآن کی تحریف اور جہالت پر مبنی ہے۔
تیسری دلیل۔ نطق و منطق تعارف مین ہر اس لفظ سے عبارت ہے جس سے بولنے والے کا مافی الضمیر سمجہا جاسکے عام اس سے کہ وہ لفظ مفرد ہو یا مرکب ہو۔ حیوانات کی آوازین اس حیثیت سے کہ وہ تخیلات کی تابع ہین بمنزلہ عبارات کے ہین حیوانات کی ہر آواز مختلف غرض کے واسطے ہے۔ ایک آواز سے کچہہ مفہوم ہوتا ہے۔ دوسری آواز سے کچہہ انسان کے منہ سے لفظ آہ نکلتا ہے تو اس سے غم و فکر اور واہ صادر ہو تو سرور معلوم تا ہے پہر ہر ایک جاندار کی ہر آواز و کلام ایک حد تک ادا سے طرز کلام اور حرکت و انداز کے ہی تابع ہے اس مین انسان و حیوانات سب برابر ہین۔
تو اب ہم کہتے ہین کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نفس قدسیہ کو یہہ علم و قدرت حاصل ہوگا کہ جب کسی پرند یا چرند کی آواز سنتے تہے تو اسکی آواز کے مفہوم تخیل و غرض کو سمجہہ لیتے تہے اس علم کا وہ اعلی درجہ تہا اور اس کا ادنی درجہ ہر زمانہ کے

لوگون مین رہا ہے چنانچہ کتا، بلی، بندر اور اکثر حیوانات کی آوازون سے انکا مقصود سمجھہ مین آجاتا ہے اور اوسپر عملدرآمد ہوتا ہے۔

چوتھی دلیل نطق اور کلام حیوان کے محال ہونے پر کوئی دلیل عقلی اور برہان قطعی اتبک قایم نہین ہوا، صرف یہہ کہ آج تک ہم نے کسی حیوان مطلق کو آدمی کی طرح بات کرتے نہین دیکھا سو یہہ وجہہ اس کے محال ہونے پر کوئی اثر نہین رکہتی۔

اگر انسان نے ابتک کسی حیوان کو بات کرتے نہین سنا تو اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ ان مین بات کرنیکی قدرت ہی نہو یا وہ قیامت تک بات نہ کرسکین یا ان کی بات کوئی سمجھہ نہ سکے بہت امور ایسے ہین جو پہلے کسی کے وہم وگمان مین بہی نہ تہے اور آج اونکا مشاہدہ ہورہا ہے۔

منجملہ ان عجائبات عالم کے ایک فونوگراف ہے۔ بہلا کس کے خیال مین یہہ بات آئی یا آسکتی تہی کہ انسان آواز کو بہی بند کرسکیگا حالانکہ اب وہ معرض وقوع مین آگیا فلاسفہ متقدمین کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہوگیا تہا کہ ہر ادنیٰ اپنے اعلیٰ کی خوراک ہے مگر اعلیٰ اپنے ادنیٰ کی غذا نہین ہے نہ ہوسکتی۔ اب دیکہو کہ یہ کلیہ مشاہدہ سے باطل ہوگیا امریکہ مین ایک درخت ایسا دریافت ہوا ہے جو حیوانات کو کہا جاتا ہے اس طرح سے کہ جو جانداراس کے پاس سے گذرتا ہے، درخت کے اندر سما جاتا ہے اور دم کی دم مین بالکل جذب ہوکر گوشت پوست سب درخت کا عین جزو بنکر فنا ہوجاتا ہے گونگا انسان سمجہتا سب کچہہ ہے مگر بول نہین سکتا، مگر اسکا بول نہ سکنا کسی سبب سے ہے اگر وہ سبب رفع ہوجائے تو وہ بہی بولنے لگے۔ یہی حال حیوانات کا سمجہنا چاہیے لیکن یہہ مثال ناقص ہے اور وہ نقص اسوجہہ سے ہے کہ حیوانات کی ماہیت اور ان کے بول نہ سکنے کا سبب ہم کو نہین معلوم ہے اور اسی لئے ہم کہتے ہین کہ ممکن ہے وہ سبب رفع ہوجاسے اور انسان کی صحبتون مین رہتے رہتے یا کسی اور وجہہ سے جو ہمارے ذہن مین بالفعل نہین آسکتی، حیوانات بول سکنے پر قادر ہوجائین۔

پانچوین دلیل۔ بہاڑی مینا مین قوت مدرکہ ادراک لقا لیہہ بہت قوی ہے۔ وہ

انسان کی ہر ادا ہر حرکت کی نقل بعینہ اُتار دیتا ہے یہانتک انسان جس طرح اور جس لہجہ گفتگو کرتا ہے وہ ہوبہو اسکی نقل اُتار دیتا ہے اور اس طرح اُتار دیتا ہے کہ سُننے والا مطلق اصل و نقل کی تمیز نہین کر سکتا پہاڑی مینا کی اس نقالی سے یہہ بات تو یقینی طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ وہ اور مثل اُس کے اور حیوان بول دینے پر قادر ہین گو وہ نقالی ہی کے طور پر ہو۔

حیوانات مین نطق سے ہے یعنی وہ جزئیات سے کلیات کو اور کلیات سے جزوئیات کو جانتے پہچانتے ہین جیسا کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ابھی ثابت کرینگے اور نیز وہ انسان کے کلام کو نقل کرنے پر بھی قدرت رکھتے ہین اور جب یہ دونون باتین ثابت ہین تو ہدہد یا دوسرے حیوانات کا انسان کی طرح بولنا کیون محال ہونے لگا ہے

چھٹوین دلیل۔ کہا جاتا ہے کہ کلام و نطق خاصہ انسانی ہے تو اب ہم پوچھتے ہین کہ پھر انسان پیدا ہوتے ہی کیون نہین صاف بولنے لگتا حالانکہ اور حیوانات اپنی بولی پیدا ہونے کے بعد ہی بولنے لگتے ہین۔

تم کسی بچہ کو پیدا ہوتے ہی جنگل مین رکھو، وہین اسکی پرورش و پرداخت کرو تا کسی آدمی سے وہ ملنے نہ پائے، بڑا ہونے پر یقیناً گونگا رہیگا چنانچہ بہت ایسے انسان کے بچے جو بھیڑیون کی ماندون سے نکالے گئے ہین، ایسے ہی پائے گئے ہین کہ وہ انسان کی طرح ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکتے تھے۔ ان وجوہ سے معلوم ہوا کہ انسان کے کلام کرنیکی وجہہ ہم کو قطعی طور پر نہین معلوم ہے۔ اور جب ہمارے اس طرح کلام کرنیکی وجہہ خود ہی ہم پر نہین کھلی تو کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ دوسرے حیوانات ہماری طرح کلام نہین کر سکتے

تیسری بحث

یہہ تمام مقولہ ہدہد کا جو قرآن مجید مین بیان ہوا ہے اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نطق خاصہ انسانی نہین ہے حیوانات بھی کلیات سے جزئیات کو ممیز کرتے اور جزئیات سے کلیات کو پہچانتے ہین ورنہ شیطان کا بہکانا اور عمل کو اچھا کر دکھانا کوئی معنی

امر نہ تھا جس کو ہدہد نے سمجھ لیا۔

کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خدا نے جانوروں بلکہ جمادات کو بھی قوّتِ ادراک
عنایت کی ہو جس سے وہ خدا کو اور اس کے بعض صفات کو جانتے بھی ہوں۔
چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ
تَسْبِيْحَهُمْ (کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو خدا کی حمد و تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں
سمجھ سکتے ہو) بلا شک و شبہ ہم حیوانات کی تسبیح و تقدیس کو نہیں سمجھتے تا بہ نطق و تسبیح جمادات
چہ رسد یہ تو بدیہی ہے کہ حیوانات میں سے ہر ایک جاندار بولتا ہے۔ ایک دوسرے
سے کلام کرتا ہے لیکن وہ کیا بولتے ہیں اور کس طرح کلام کرتے ہیں وہ ہم نہیں سمجھتے ہیں
پس یہ نہ سمجھنا اس امر کا مستلزم نہیں ہے کہ ان مخلوقات کو غبی مطلق اور بالکل غیر ناطق
سمجھ لیا جائے۔ اس آیۂ کریمہ سے تمام مخلوقات میں ادراک کا ہونا پایا جاتا ہے مگر
بنی آدم کو حیوانات و جمادات کے اس ادراک کا شعور نہیں ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ آدم کے بیٹوں کو ایک خاص طرح کی عقل دی گئی ہے
جس کے بل بوتے پر اونھوں نے دنیا میں اپنا تسلط بٹھا رکھا ہے۔ پھر بھی
جانوروں میں بعض فطری کمالات ایسے ہیں جو انسان کو حاصل نہیں اور وہ کمالات
عقل کے بدون حاصل نہیں ہو سکتے اور عقل بھی ادنےٰ درجہ کی عقل نہیں بلکہ عقل
انسانی سے بالاتر۔

شہد کی مکھی اور چیونٹی کی کیا حقیقت ہے مگر ان کے انتظام اور ان کے
چھتوں اور گھروں کی بناوٹ دلالت کرتی ہے کہ انھیں ایک خاص سلیقہ
عنایت ہوا ہے۔

آدمی چنڈول کا سا گھونسلا نہیں بنا سکتا۔ کونجوں کی قطاروں میں ایسی
ترتیب دیکھی جاتی ہے جو بڑی قواعد دان فوجوں میں بھی نہیں پائی جاتی اور اسی
طرح کی ہزاروں باتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جانور ظاہر میں ہی
اتنے بدعقل نہیں ہیں جتنا ان کو انسان نے سمجھ رکھا ہے بلکہ بہت باتوں میں

جانورون کو آدمیون پر فوقیت حاصل ہے جس مقام پر بہت ساری چیونٹیان قطار در قطار ایک کے پیچھے ایک جاری ہون تم ذرا گے ذرا وہان ٹھیکر ان کی سمجھ کا تماشا دیکھو۔ اور ان کی سمجھہ کا تجربہ کرو۔

اس حقیر مخلوق کی صف بستہ قطار کے درمیانی حصہ مین کہین بھی انگلی رکھدو، معاً چیونٹیان تتر بتر ہوکر بھاگنے لگ جائینگی۔ اس وقت غور کرو، اس بھاگڑ مین جانیوالی چیونٹی جب آنیوالی چیونٹی سے ملاقی ہوتی ہے تو دونون ملکر وہین ٹہیر جاتی ہین پھر جانیوالی چیونٹی، اپنی آنیوالی ہمجنس کو ساتھہ لیکر واپس چلی جاتی ہر اور ان مین سے پھر کوئی اس طرف کا رخ نہین کریگی جہان انکی صف درہم برہم ہوئی ہے اس تجربہ سے تمپر دو باتین کھلین گی۔

اول یہہ کہ چیونٹیون مین سمجھہ اور نطق ہے۔

دوسرے یہہ کہ ان کی اس حرکت سے تم نے اتنا تو جان لیا کہ اونہون نے آپس مین کلام کیا ایک نے دوسرے کو خطرہ سے آگاہی بخشی کیا بات کہی اور کیونکہ کہی وہ تم نہین سمجھہ سکے یہی حال تمام مخلوقات وجمادات کا ہے۔

جو نفوس قدسیہ حیوانات کی حقیقت اور ان کے حرکات وسکنات سے واقف ہوگئے ان کی آوازون کے اغراض سے مطلع ہوگئے اونہون نے بتلادیا کہ حیوانات بھی ناطق ہین ان وجوہ سے ہدہد کا بولنا جانورون کا سمجھہ اور نطق رکھنا حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان کی بولیان سمجھنا، عقل ونقل دونون پہلو سے ثابت ومسلم ہوجاتا ہے۔

بحث چہارم

یہہ ملکہ جسکی ہدہد نے تعریف کی تھی ملکہ بلقیس بنت شراحیل بن مالک بن الریان عربی شہزادی اور ملک یمن کی نہایت عاقلہ اور با جبروت سلطانہ تھی۔

اس کا تخت تیس گز اونچا، تیس گز لانبا۔ اور تیس گز چوڑا تھا۔ سونے چاندی سے مرصع اور جواہرات سے مکلل تھا۔ اس کی مفصل کیفیت ہم نے اپنی کتاب الحشرات

سکے جلد چہارم مین ملکہ بلقیس کے حالات مین حوالہ قلم کی ہے۔
حضرت سلیمان نے درباریون سے فرمایا کہ تم مین کون ایسا شخص ہے کہ بلقیس کا تخت قبل اس کے کہ وہ میرے پاس آئے یہان لا حاضر کردے۔ وہ اس لئے کہ جب بلقیس مسلمان ہوکر اور سلیمان کی اطاعت قبول کرکے حاضر ہوجاتی تو اسوقت بلا اجازت و رضامندی اس کا تخت نہین منگوا سکتے تھے اور اسوقت وہ کافر کے حکم مین تھی۔ بلا اس کی رضامندی کے تخت کا منگوا لینا شریعت داؤدی کے رو سے جایز تھا اور یہ بھی مقصود تہا کہ جب بلقیس اپنا اتنا عظیم الشان تخت سلیمان کے پاس پائیگی جسکو وہ گھر چہوڑ آئی تھی تو سلیمان علیہ السلام کی سلطانی طاقت اور ان کی مافوق العادت قوت اور نبوت مین شک نہ کرے گی۔
حضرت سلیمان کے پہلے مرتبہ کے پوچہنے پر ایک دیو یعنی جنات مین کا کوئی جنیث قد یا بڑا قوی انسان عامل جس کا نام ذکوان یا صخر جنی تھا اٹھکھڑا ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے دربار برخاست کرنے سے پہلے مین تخت بلقیس لا سکتا ہون اور مین امانت داری سے لاؤنگا تخت مین کا جواہر وغیرہ کوئی چیز چراؤنگا نہین سلیمان نے فرمایا مین اس سے بھی جلدی۔

بحث پنجم

چاہتا ہون تب ایک دوسرا شخص اٹھکھڑا ہوا جو کوئی کتابی علم جانتا تھا اور وہ بولا کہ آپ کی آنکھہ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس آپ کے حضور مین حاضر کردونگا اس گذارش کے بعد زمین کو ایک جنبش ہوئی اور سلیمان ع نے اپنے روبرو بلقیس کے عظیم الشان تخت کو موجود پایا۔
بعد لانیوالا کون تھا؟ اس مین علماء کو اختلاف ہے۔ بعض نے لکہا ہے کہ وہ حضرت سلیمان ع کے وزیر اعظم آصف بن برخیا تھے جن کو اسم اعظم کا عمل تہا بعض کہتے ہین حضرت جبریل تھے۔ بعض کہتے ہین کہ فرشتون مین سے کوئی فرشتہ تہا بعض نے خود حضرت سلیمان ع کو بتایا ہے۔ یعنی مذکورہ گفتگو کے بعد انہین نے خود تخت

کو منگا لیا یا یہ مطلب ہو کہ جب دیو نے سلیمان سے عرض کیا کہ مین آپ کے اٹھنے سے پہلے تخت کو لادونگا تو حضرت سلیمان نے خود فرمایا کہ مین تیری آنکھہ جھپکنے سے پہلے تخت منگوا لونگا مگر یہہ تاویل بعید ہے جو سیاق و سباق سے اچھی طرح بطابق نہین کہاتی علامہ ابن الملقن اور داؤدی رحمہما اللہ تعالی کا صحیح مسلک یہہ ہے کہ بلقیس کا تخت عظیم و عجیب حضرت خضر علیہ السلام چشم زدن مین لائے تھے جو سلیمانی دربار مین موجود تھے اور ان کو کتابی علم یا اسم اعظم کا عمل تھا۔

جب تخت حاضر ہو گیا سلیمان نے فرمایا کہ اس مین کچھہ تبدیلی کردو۔ درباریون نے یہہ کیا کہ جہان سرخ جواہر تھے سبز کر دیئے اور سبز کی جگہ سرخ کر دیئے۔ جانب اعلی کو اسفل اور اسفل کو اعلی کر دیا جب بلقیس آئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا ایسا ہی تمہارا تخت ہے۔ وہ جواب دینے مین سخت گھبرائی اور متعجب ہوئی کہ میرا اتنا بڑا تخت اتنی جلد یہان کیونکر پہونچ گیا ہے تو وہی لیکن کچھہ بدلا سا ہے غرض فوراً سوچ ساچکر جواب دیا اور بہت عاقلانہ جواب دیا کہ گویا وہی ہے۔ سلیمان اس عاقلانہ جواب اور بلقیس کی متانت و ذہانت سے بہت خوش ہو گئے۔ پہر جب بلقیس شیش محل مین داخل ہوئی جہان فرش ہی شیشے کا تہا دور سے اس کو پانی لہراتا معلوم ہوا۔ پانی سے بچنے کے لئے اس نے اپنے لٹکتے ہوئے کپڑے کو اوٹہا لیا جس سے پنڈلیان کہل گئین سلیمان نے مسکرا کر فرمایا یہہ پانی نہین ہے فرش پر شیش منڈھا ہوا ہے آخر بلقیس مسلمان ہو گئی۔ مگر اس مین اختلاف ہے کہ حضرت سلیمان نے اس سے نکاح کیا یا نہین۔

حضرت ابن عباس رضہ کا مقولہ ہے کہ سلیمان ع نے بلقیس سے نکاح کرکے اس کو اپنے ملک پر برقرار رکہا

بحث ششم

اب یہان فلسفی کا ایک اعتراض کرتا ہے کہ اتنا بڑا عظیم الشان تخت ایک چند سکنڈ مین سیکڑوں کوس کی مسافت سے کیونکر آسکتا ہے اور کیونکر لایا گیا؟

یہہ اعتراض محض سرعت رفتار پر ہے اور وہ ممکن ہے جسکو ہم چند دلیلون سے ثابت کرتے ہین۔

اول علم ہندسہ مین ثابت ہوچکا ہے کہ قرص آفتاب کی دونون طرف کے بیچ مین جو وسعت ہے وہ کرہ زمین کی دونون طرف کی وسعت سے (۱۶۴) حصہ زیادہ ہے اور حال یہہ ہے کہ آفتاب کا طرف اسفل ایک پل سے بھی کم دیر مین طرف اعلی کی جگہ پہونچ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر فرض کرو کہ تصویر منقوش ذیل مین الف آفتاب کا طرف اعلی اور ب اس کا طرف اسفل ہے تو اب دیکھو کہ گردش مین ب کا حصہ ایک پل سے بھی کم دیر مین الف کی جگہ اور الف کا حصہ ب کے نقطہ پر پہونچ جاتا ہے۔ جیسا کہ فلسفہ بطلیموسی مین مسلم ہے کیونکہ اس فلسفہ کے رو سے آفتاب اپنے محور پر گھومتا ہے یورپ کے جدید فلسفہ نے ثابت کردیا ہے کہ مشتری سیارہ ایک گھنٹہ مین تیس ہزار میل کی مسافت طے کرتا ہے اور بعض اجسام کثیفہ ایک منٹ مین ایک کروڑ کئی لاکھہ میل کی مسافت طے کر لیتے ہین۔

اور جب اتنے بڑے بڑے اجسام مین اتنی تیز حرکت ہے تو بلقیس کا تخت اگر چند سکنڈ مین بیس بائیس منزل کی مسافت سے آگیا تو اس مین کونسا استبعاد ہے حالانکہ اعراض کے قبول کرنے مین اجسام سب برابر ہین۔ حرکت کے لحاظ سے جسم کی چھوٹائی بڑائی کوئی چیز نہین ہے بلکہ بہ نسبت چھوٹے جسم کے بڑے جسم کا زیادہ تیز حرکت کرنا زیادہ حیرت انگیز ہونا چاہیے۔

ثانیا۔ زید ایک گھنٹہ مین بیس میل چلتا ہے۔ عمرو ایک گھنٹہ مین دس ہی میل چلتا ہے۔ بکر تین ہی میل چل سکتا ہے حالانکہ بحیثیت جسم سب مساوی ہین۔

ہندوستان کی بعض ریل گھنٹہ میں بیس میل اپنے مسافرون کو لیجاتی ہے اور یورپ وامریکہ کی بعض ریلین گھنٹہ مین ساٹھہ میل کی مسافت طے کرلیتی ہین۔

غرض حرکت کا تیز اور دھیما ہونا جسم سے متعلق نہین ہے اور کسی جسم کی سرعت رفتار خلاف قیاس نہین بلکہ ممکن ومشاہد ہے اب رہا وقوع کا ثبوت کہ ایسا ہوا یا نہین۔اس کے لئے معتبر روایت کا ملنا درکار ہے۔

اس مین کوئی شبہ نہین کہ قرآن کلام آلہی ہے۔وہ نہایت سچی خبر دیتا ہے۔ اسمین جھوٹ کی ذرا آمیزش نہین ہے۔مخالفین اسلام بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ قرآن مجید جسطرح محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا آج بھی بعینہ اسی طرح مسلمانون کے ہاتہون مین موجود ہے۔اس مین باوجود صدیون کے گذرجانے کے ایک حرف ایک شوشہ کا بھی فرق نہین آیا ہے۔

اورچونکہ اس معتبر کتاب مین بیان کیا گیا ہے کہ بلقیس کا تخت چند سکنڈون مین ملک یمن سے دربار سلیمان مین آگیا اسلئے اب وقوع کا ثبوت بھی ہوگیا ثالثاً ہم کہتے ہین کہ ہر حرکت کے لئے محرک کا ہونا واجبات سے ہے۔بچہ بچہ جانتا ہے کہ جب تک کوئی قوت حرکت دینے والی نہ ہو، کوئی حرکت نہین ہوسکتی۔ تو اب یہہ ہم عرض کرنے سے باز نہین رہ سکتے کہ جب حرکت کے لئے محرک ضروری ہے توجس محرک نے مشتری وغیرہ سیارون کو اتنی سرعت رفتار بخشی ہے اسی قوت سے اگر تخت بلقیس اتنا جلد منگالیا گیا توحیرت انگیز نہین بالکل قرین عقل ہے

بحث ہفتم

کتابی علم سے کونسا علم مراد ہے۔یہہ ٹھیک نہین معلوم۔بعض نے لوح محفوظ کو مراد لیا ہے۔بعض نے کہا ہے کہ کوئی ایسا حسّی فن ہوگا جس کے ذریعہ سے تخت بلقیس مین اتنی سریع حرکت پیدا ہوگئی۔

فلسفہ ادنی کے جاننے والے تو کنگرہ عرش پر کمند عقل ڈالتے ہین۔کیسے کیسے عجائب غرائب صنائع اور روز روز نت نئی تیز رفتار کلین اور سواریان ایجاد

کرتے رہتے ہین - جن کو دیکھکر عقل دنگ رہ جاتی ہے پہر جو نفوس قدوسیہ فلسفہ الٰہیہ کے ماہر ہون ان کے عجائبات پر تعجب کیا جانا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ جہل مرکب نہین ہے تو کیا ہے ؟

خضر و سکندر علیہ السلام

بہمن بادشاہ ایران کے ایک بیٹی ہمائی نامی بہت خوبصورت و نازک اندام تھی - بہمن اپنے دادا گشتاسپ کے مذہب پر تہا جسکے عہد مین زردشت بانی مذہب مجوسی نے نکلکر دعوی نبوت کیا تہا۔ انہین کو گبر کہتے ہین اور چونکہ آفتاب پرستی و آتش پرستی ان کا مذہب ہے اس لئے ان کو شماسی کا لقب بھی دیا گیا -

مجوسیون کے مذہب مین بیٹی اور بہن سے نکاح درست ہے - بہمن نے اس سے فائدہ اوٹہایا اور بیٹی کے حسن وجمال پر فریفتہ ہو کر اوس (ہمای) سے نکاح کرلیا یا اوس پر متصرف ہوگیا - اور ہما کو اپنے باپ سے حمل رہ گیا - ہنوز وضع حمل کو عرصہ تہا کہ بہمن کو پیام موت آپہونچا - مرتے وقت اوس نے وصیت کی کہ میری بیٹی ہما جیسے حاملہ ہے تو اس کے بطن سے جو اولاد ذکور داناث کے قسم سے پیدا ہو وہ ہی میرا ولیعہد سلطنت ہو - جب بہمن مرگیا ملک والون نے یہ مشورہ کر کے کہ فی الوقت کوئی فرمانروا ہونا چاہیئے ، ہما کو بادشاہ کی بیٹی سمجھکر تخت حکومت پر بیٹھا دیا مدت حمل گذرجانے پر اس کے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام داراب رکہا گیا

داراب کے پیدا ہونے کے بعد ہما کو خوف ہوا کہ اس بچہ کے بالغ ہوتے ہی مجکو سلطنت سے دست بردار ہونا پڑیگا - بے رحم و حریص ماں نے شفقت مادری کو بالائے طاق رکہا - بچہ کو ایک ہموار صندوق مین اچھی طرح سے بند کر کے دریا مین بہا دیا - صندوق بہتا ہوا ایک دہوبی کے ہاتہہ لگا جس کے کوئی اولاد نہین تہی - اوس نے داراب کو بیٹا بنا کر بڑے ناز و نعمت سے پالا - جب داراب بڑا ہوا اس نے مصنوعی باپ کے پیشہ سے کوئی دلچسپی نہین لی - اور وہ سپہگری اور فنون حرب

کا شوقین تہا شدہ شدہ راز افشا ہوا۔ داراب کو اپنی حقیقت معلوم ہوئی۔ ہوتے ہوتے وہ ترقی کے اعلیٰ زینہ پر پہونچا۔ ملکہ ہمانے بیٹے کو پہچانا اور خود امور فرمانروائی سے الگ ہو کر لایق فرزند داراب کو تاج و تخت حوالہ کر دیا۔

داراب کے عہد سلطنت مین فیلقوس بادشاہ روم تہا۔

روم و ایران کے درمیان مین فریدون کے زمانہ سے نسلاً بعد نسل عداوت متوارث چلی آتی تھی ان دو مین سے جو زبردست ہوتا اپنے حریف کو دبا بیٹہتا کبہی ایران روم کا تخت ہو جاتا کبہی اسکو اپنا باجگزار بنا لیتا۔

اس اثر سے داراب کو بھی فیلقوس سے دوچار ہونا پڑا۔ فیلقوس نے شکست پائی اور صلح پر مجبور ہوا۔ بادشاہ ایران کو داماد بنا کر جان بچائی۔

داراب شاہ روم کی حسین بیٹی کو بیاہ کر ایران مین واپس آیا اور عیش و عشرت مین لگ گیا روم کی شہزادی خوبصورت تہی۔ نازک اندام تہی مگر گندہ دہنی کے گندہ مرض نے اس کی ساری خوبصورتی کو خاک مین ملا دیا تہا شروع شروع مین تو عہد عروسی اس عیب کی پردہ پوشی کرتا رہا پہر آخر کب تک؟ ایک روز عین خلوت مین شہزادی کے منہ سے جو بدبو کی لپٹ آئی، بادشاہ کا دماغ پہٹ گیا۔ اسی وقت متنفض ہو کر باہر نکل آیا اور دوسرے روز دلہن کو روم کی طرف اس کے باپ کے پاس روانہ کر دیا۔ لیکن کسی کو یہہ معلوم نہین تہا کہ روم کی شہزادی داراب سے حاملہ ہو چکی ہے۔

بہر حال وہ شہزادی حمل لئے ہوئے باپ کی محل مین پہونچی۔ مدت حمل منقضی ہو چکنے کے بعد ایک نہایت باکمال با اقبال بیٹا پیدا ہوا۔ فیلقوس نے خوش ہو کر سکندر نواسے کا نام رکہا۔ اگر چونکہ خود اس کے کوئی بیٹا نہین تہا اس لئے سکندر کو بجائے نواسے کے اپنا بیٹا مشہور کیا اور اسی کو ولیعہد قرار دیا۔

یہہ وجہہ ہے کہ سکندر بجائے سکندر بن داراب کے سکندر بن فیلقوس رومی مشہور ہوا۔ داراب کے ایک ایرانی شہزادی سے ایک بیٹا دارا ہوا جو

باپ کے مرنے پر ایران کے تاج و تخت کا مالک ہوا، اور ادہر فیلقوس رومی کے مرنے پر روم کی فرمانروائی کا تاج سکندر کے سر پر رکھا گیا۔
سکندر اور دارا، دونوں علاتی بھائی تھے۔ ایک روم کا بادشاہ دوسرا ایران کا فرمانروا اور دونوں کے دونوں اپنے حریف بادشاہ کو حقیر سمجھتے سکندر کی فاتحانہ اولوالعزمی نے اس کو شخیاں بگھارنے نہیں دیا آخر اوس نے اوسی پرانی مخالفت کے اثر سے دارا پر لشکرکشی کی۔ دو لڑائیاں ہوئیں دونوں دفعہ دارا کو شکست ملی۔ دارا شکست خوردہ پناہ لینے کو بھاگ کھڑا ہوا اتنے مین اس کے نمک حرام وزیرون نے اس کا کام ہی تمام کر دیا دارا کے مرنے کے وقت سکندر کو خبر ملی کہ وہ جس بادشاہ کو یون پریشان کئے ہوئے ہے وہ خود اوسی کا بھائی ہے جواب اپنے وزیرون کی کور نمکی کی بھینٹ چڑھ کر دم توڑ رہا ہے سکندر اندوہ حسرت کے ساتھ مرنے والے بھائی کے بالین پر آیا، زانو پر اس کا سر رکھکر تسلی کرنے لگا۔ دارا نے کچھ وصیتین کین اور اس جہان سے سدہار گیا۔
جب دارا دنیا سے رخصت ہو گیا، سکندر نے جانوسیار اور ماہیار دونون قاتلون کو زندہ پھانسی پر لٹکا دیا۔ دارا کی بی بی اور بیٹی کو ان کی مرضی پر خود مختار چھوڑ دیا اور خود سلطنت ایران پر قابض و متصرف ہو گیا۔
ایران سے فارغ ہونے کے بعد سکندر راجہ کید ہندی کی طرف رخ کیا۔ لشکرکشی سے پہلے دفعہ بھیجکر اپنی اطاعت کی طرف بلایا کید نے مآل پر نظر کر کے صلح کو جنگ پر ترجیح دی۔ سکندر کو لکھا کہ ہمارے پاس چار چیزین ایسی نایاب و بیش بہا ہین کہ اس سے پہلے تمام سلاطین عالم کے خزانے اون سے خالی رہے ہین اور اب بھی سوائے ہمارے ملک کے کرۂ عالم مین کہین ان کا مثل موجود نہین ہے۔
ایک تو خود میری حسین و جمیل بیٹی ہے کہ ویسی خوبصورت دنیا کے اندام

مہ پارہ چشم فلک نے بھی کبھی نہیں دیکھا ہوگا - اس کے لبوں سے دودہ کی سی مہک اور اس کے منہ اور بالوں سے مشک کی سی خوشبو آتی ہے وہ فہم اور سلیقہ اور شرم وحیا میں بھی اپنی آپ نظیر ہے -

دوسرے - میرے پاس ایک جام ہے کہ اس کو شراب سے بھر کر اس میں سرد پانی ڈالدیا جاتا ہے تو عرصہ تک وہ کام دیتا ہے اور ہمیشہ ایک ہی لطف پھر آب سرد کا کام بھی اس سے لو شراب بھی اس سے پیو -

تیسرے - ایک طبیب ہے جو آنسو دیکھکر بیماری پہچان لیتا ہے -

چوتھے - میرے دربار میں ایک حکیم ہے جو آئندہ ہونیوالے امور کی سچی خبر دیتا ہے سکندر نے یہ چاروں چیزیں دوسرے اور تحفہ وہدایا کے ساتھ لیکر کید ہندی سے موافقت کرلی اس کے بعد فرہندی کو تہ وبالا کرتا ہوا عرب شریف پہونچا بیت الحرام کی زیارت کرکے جدہ ہوتا ہوا مملکت مصر پر دہاوا بولدیا قبطیلون والی مصر استقبال کرکے سکندر کو اپنے پایہ تخت میں لایا دنوں تک ضیافت کرکے بڑے تزک واحتشام اور مدارات کے ساتھ بادشاہ اقبالمند کو رخصت کر دیا - یہاں سے آگے بڑھ کر اندلس پر چڑھائی کی مگر آخر صلح پر انجام ہوا سکندر اد ہر سے اقبال وظفر کو ساتھ لیکر رخصت ہوا - ملکوں کو زیر وزبر کرتا ہوا حبش وافریقیہ جا دہمکا اور وہاں سے فتح کے پرچم اڑاتا ہوا ایک شہر زہم نامی سے گذرا جولب کوہ واقع تہا شہر والوں نے سکندر سے فریاد کی کہ اس پہاڑ کے حوالی میں ایک عظیم الشان اور موذی اژدہا رہتا ہے - سکندر تدبیر سے اژدہے کو ہلاک کرکے پہاڑ پر چڑہا - وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک مکان میں زرین تخت رکہا ہوا ہے - تخت پر ایک مرد سویا ہوا ہے اوپر سے دیبا کی چادر اڑہائی ہوئی ہے بظاہر اس میں حیات کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا - لوگوں نے عرض کیا کہ ہم اس تخت ومردہ کو اسی حالت میں عمر سے دیکھتے آتے ہیں - جب کسی کو کوئی سخت مہم پیش آتی ہے

اور وہ غرض لیکر یہاں آتا ہے تو خود بخود اس کا جسم کانپنے لگتا ہے۔ سکندر
دیکھ بحال رہا تھا کہ ایک طرف سے صدا آئی کہ غافل شخص! تو نے بہت شاہان
عالم کو زیر و زبر کیا، کتنے دوست و دشمن کے شیرازون کو تو نے درہم برہم
کیا، اب تجھے صرف مرنا باقی رہگیا ہے۔ اس آواز سے سکندر کو ہیبت و خوف
نے گھیرا، بھاگا بھاگ پہاڑ سے اُترکر آبادی کی طرف چلا آخر اس کا گذر،
ہیروم نامی ایک شہر مین ہوا جہان صرف عورتین بستی تھین اور عورتین بھی ایسی
کہ ان کا ایک طرف کا سینہ تو مرد کا سا۔ اور دوسری طرف عورت کی چھاتی۔
لشکریون مین سے کچھ شائستہ لوگون کو منتخب کر کے شہر ہیروم کی طرف وفد
بھیجا اور لکھا کہ سکندر جیسے فاتح عالم کے نام سے کوئی ناواقف نہین رہ سکتا
کسی سمجھدار فرمانروا نے ہم سے سرتابی کرنے کی جرات نہین کی اور جس نے
سرکشی کی وہ یا تو ذلیل وخوار ہوا یا تلوار کے گھاٹ اُترا ہم تمہاری سرزمین
کی سیر کرنی چاہتے ہین جنگ نہین کرنا چاہتے پس تم لوگون کو چاہئے کہ ہماری
اطاعت قبول کر کے حاضر ہو جاؤ اور شہر مین آنے سے ہمین نہ روکا جاتے۔
ہیروم والیون نے سکندر کو جواب دیا، ہم سکندر سے ناواقف نہین
ہین لیکن بادشاہ سکندر کو بھی معلوم رہے کہ شہر ہیروم ان شہرون مین سے نہین ہے
جنھون نے دب کر بادشاہ کے آگے سر اطاعت خم کیا ہو اگر سکندر بارادہ جنگ
ہیروم کا رخ کریگا تو اوس کو دنیا مین ہتیارون اور گھوڑون اور جنگجو دلیرون
کے سوا کوئی دوسری چیز نظر نہ آئیگی۔ اس کو عورتون سے قتال کرنا پڑیگا اور
آخر وہ پسپا ہو کر اپنی ساری کشورکشائی کی شہرت و ناموری کو داغ لگا بیٹھے گا
وہ اس آواز کے سوا کوئی دوسری آواز نہ سنیگا کہ سکندر نے عورتون سے
جنگ کی اور شکست کھائی۔
ہمارے شہر مین اتنے کوچے ہین کہ ان کو کوئی مہندس شمار نہین کر سکتا۔ ہر کوچہ
مین دس ہزار جنگ آور عورتین ہین۔ کوئی عورت شوہر نہین رکھتی ہم سب

دوشیزہ عورتین ہین۔ سکندر جس طرف سے ہروم کا قصد کرے گا، دریا ہی دریا دیکھے گا خشکی کا راستہ سواے ہروم والون کے کوئی نہین جانتا ہم عورتون مین سے جس کو شوہر کی خواہش ہوتی ہے تو وہ ہم سے جدا ہو کر دریا پار جاتی ہے اور پھر شہر ہروم کا منہ نہین دیکھتی ہے۔ پھر اس سنتے مقام پر جاکر یہہ عورت حاملہ ہوتی ہے۔ اگر اس کے پیٹ سے بالکل لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہین رہ جاتی ہے۔ اگر لڑکا پیدا ہوتا ہے تو وہ بھی وہین رہتا ہے اور ماں باپ کے سایہ مین پرورش پاتا ہے۔ اور اگر ہم جیسی صنف پیدا ہوئی جس کے سینہ کے دو پہلو دو طرح کے ہون تو وہ شہر ہروم مین ہمارے پاس لائی جاتی ہے۔

ہر رات کو ہم مین سے دس ہزار مسلح عورتین دریا کی حفاظت کرتی ہین ہم مین سے جو عورت جنگ مین ایک مشہور جنگی مرد کو شکست دیتی اور گھوڑے سے اوٹھا کر پٹک مارتی ہے ہم سب اس کے سر پر زرین تاج رکھکر اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہین تو اے نامور سکندر! تو مرد بزرگ اور بادشاہ نامور ہے، ہروم مین آکر اپنے کو ہمیشہ کے لیئے تباہ نہ کر ہان اگر ہمارے شہر کی سیر و سیاحت منظور ہو تو ہم حاضر ہین اور بادشاہ کو ہاتھون ہاتھہ لین گے۔

یہہ جواب لکھہ جانے کے بعد والی ہروم نے اپنی عورتون مین سے ایک عورت فصیح و بلیغ منتخب کی اور اوسکے ساتھہ دس ہادر عورتون کو کرکے سکندر کی طرف روانہ کیا۔

سکندر کو تو خود جنگ منظور نہین تہی، اس نے جواب پسندیدہ دیا، ہروم والیون نے استقبال کرکے ہاتھون ہاتھہ اس کو مہمان کیا۔ کچھہ دنون سیر و سیاحت اور دعوت و مدارات مین صرف کیئے اس کے بعد سکندر، شہر ہروم سے مغرب کی طرف چلا تو اس کا گذر ایسے لوگون پر ہوا جن کے منہ سرخ اور جسم پر بالکل زرد بال تہے۔ یہہ لوگ مطیع ہو کر بادشاہ کے پاس چلے آئے۔ بادشاہ نے پوچھا بھلا ان اطراف مین کوئی عجیب و غریب امر تم سے کسی نے دیکھا یا سنا ہے

ایک بوڑہے مرد نے جواب دیا کہ ہمین تو کچھہ معلوم نہین مگر اپنے اگلون سے سنا ہے کہ اس سرزمین کے اودہر دور فاصلہ پر جاکر اندہیر املک ہے جہان کسی نے دن ہوتے نہین دیکہا ہمیشہ رات ہی رہتی ہے، اس تاریک سرزمین پر کہین ایک چشمہ ہے جسکو چشمہ آب حیات کہتے ہین، اس پانی مین یہہ تاثیر ہے کہ پی لینے کے بعد حیوان کبہی مرتا نہین بلکہ حیات جاودانی پا جاتا ہے۔ مگر تاریکی کیوجہ سے کوئی اس چشمہ تک پہنچ نہین سکتا۔

ایسا مژدہ جانفزا سنکر سکندر کے طماع منہ مین پانی بھر آیا، رفیقون سے پوچھنے لگا کہ بہر اس چشمہ تک پہونچنے کی کونسی تدبیر ہے؟ اور تو کسی نے جواب دینے کی ہمت نہین۔ مگر انہین اہل شوری مین ایک روشندل حضرت خضر علیہ السلام بہی تشریف فرماتے۔ انہون نے فرمایا کہ چشمہ حیوان تک پہونچنے مین صرف ایک تاریکی ہی مانع وہارج ہے تو میرے پاس دو مہرے ہین جو اندہیرے مین چراغ سے بڑہکر روشن رہتے ہین۔ ایک آپ لیجیے، ایک مین اپنے پاس رکہون اور دونون تاریکی کو طے کرتے ہوے لشکر سمیت چلے چلین۔ البتہ میرے کہے کہ خلاف نہ کیجیے گا ورنہ راہ گم ہو جائیگی غرض اسطرح سے حضرت خضر علیہ السلام سکندر اور اسکے سپاہ کے پیشرو بنے اور سب کو ساتہہ لیے ہوئے آبحیات کے کہوج مین چل نکلے۔

آبحیوان کی طرف قدم رکہتے ہی دشت سے اللہ اکبر کی پرجوش آواز سنائی دی جس سے سکندر اور اسکی لشکریون کے دل لرز گئے۔ غرض دو دن دو رات برابر سب لوگ قدم مارتے چلے گئے۔ تیسرے دن تاریکی مین داخل ہوگئے۔ دونون اندہیرے مین چلتے رہے۔ سکندر کا قہار لشکر ظلمات کا رستہ اور روشنی کے لیے صرف دو شمعین، وہ کافی نہ ہوسکین اور سکندر مع اپنے لشکر کے راہ بہول کر دوسری طرف جا پڑا۔

حضرت خضر تلاش کرتے کہوج لگاتے ہوے چشمہ آبحیات تک جا ہی پہونچے

چشمہ کے کنارہ بیٹھکر اس پانی سے وضو کیا، نماز پڑہی، اور پانی پیکر واپس ہوگئے
اودہر سکندر راہ بول دوسری طرف جانکلا، جاتے جاتے ایک طرف سے
آواز سنائی دی کہ اس راہ مین پتہر بہت ہین جو لوگ ان پتہرون کو اٹہائینگے
پشیمان ہون گے اور جو نہ اوٹہائینگے وہ اٹہانے والون سے بہی زیادہ پریشان ہونگے
اس آواز غیبی سے لشکریان سکندر مین ہلچل پڑگئی آخر کچہہ لوگون نے تو پتہر
کو ہاتہہ ہی نہین لگایا اور بہتون نے تہوڑا بہت لے لیا۔
جب روشنی مین پہونچے تو وہ پتہر جواہرات اور یاقوت و زبرجد ثابت ہوئے
جنہون نے پتہر اٹہائے تہے وہ تو یہ افسوس کرنے لگے کہ ہائے زیادہ کیون
نہ لے لئے۔ اور جنہون نے اٹہایا ہی نہین ان کی پریشانی کا تو پوچہنا ہی نہین
روشنی مین یہہ لشکر ایک اجاڑ جیسے ملک مین پہونچا، بوق و کوس کی آواز
سنکر شہر والے ہر طرف سے دوڑ پڑے، سکندر نے ان سب لوگونکو پریشان
حال دیکہکر کیفیت پوچہی، وہ لوگ رو رو کر عرض کرنے لگے کہ ہمارے ملک
کے اس طرف ایک ڈہو ذی قوم یاجوج ماجوج رہتی ہے۔ جن کے منہ اونٹ
کے سے ہین۔ زبان سیاہ۔ آنکہین سرخ۔ دانت بہیڑیون کے سے بڑے
بڑے جسم پر چہوٹے بڑے لمبے لمبے بال۔ ہاتہی کے سے کان کہ سونے کے وقت
ایک کان بچہاتے ہین دوسرا اوڑہتے ہین۔ یہہ لوگ سال مین ہمیشہ دو تین
بار ہمارے ملک مین تاخت و تاراج کرنے آتے ہین، لوٹ مار اور قتل و غارت
کرکے چلے جاتے ہین۔
سکندر نے ان لوگون سے سیسہ، لوہا، پتہر اور لکڑی وغیرہ مہیا کرائی اور
ان فریادیون اور یاجوج ماجوج کے درمیان ایک لمبی چوڑی دیوار نہایت
مضبوط کہڑی کردی جس سے یاجوج ماجوج کا اسطرف آنا بند ہوگیا۔ کہتے ہین کہ
یہہ دیوار پانچ سو گز لمبی اور سو گز چوڑی تہی اور اسی کا نام سد سکندری ہوا
فریادیون نے انجام کار کے بعد مارے خوشی کے بادشاہ کو بہت کچہہ نذرو

تحفہ دنیا چاہا مگر اوس نے قبول نہ کیا اور آگے کو روانہ ہوا دشت و بیابان
اور خشکی و تری طے کرتا ہوا ایک لاجوردی پہاڑ پر گذرا جو بلندی مین سر بہ
فلک کشیدہ تہا۔ سکندر پہاڑ پر چڑہا تو اس کے اوپر یاقوت زرد کا ایک مکان
دیکہا تہا۔ تمام گہر بلوری قندیلون سے روشن تہا۔ مکان کے بیچ مین آب شور
کا چشمہ تہا چشمہ کے اوپر ایک لعل شب چراغ گہر کو جگمگا رہا تہا۔ چشمہ کے
بیچ مین دو تخت بچہے ہوے جن مین ایک پر کوئی مرد شور بخت جس کا جسم آدمی
کا سا اور دانت بہیڑیے کے سے تہے، مردہ کی طرح دراز تہا سونے والے
کے نیچے کافور کا بستر اور اوپر سے دیبا کی چادر اڑہائی ہوئی۔

سکندر انہین عجائبات کے دیکہنے مین محو و متحیر ہو رہا تہا کہ یکایک جیسے کوئی چشمہ
کے اندر سے پکار کر کہنے لگا کہ بندہ حرص و آز! تو نے دنیا کے وہ عجائبات
مشاہدہ کیے جہان تک کسی بادشاہ کا طائر وہم بہی نہ پہونچا تہا، اب تیری زندگی
کی بہار بہت کم رہ گئی ہے کچہ عاقبت کی فکر کر۔

سکندر خوف زدہ ہوکر فورًا پہاڑ سے نیچے اُترا، طے منازل کرتا چین پر دہاوا
بولتا ہوا بابل پہونچا، شہر بابل مین اُس کو بادشاہ کیخسرو کا دفینہ ہاتہہ لگا اور
اتنی سیر و سیاحت اور کشور کشائی کے بعد اس با اقبال فاتح نے سکندریہ
پہونچکر عالم دنیا کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا۔

خضر و سکندر کا یہ قصہ جو ہم نے بالاختصار لکہا ہے اکثر کتابون مین مفصلاً مذکور
ہے۔ مگر ہم اس کی صحت کے ذمہ دار نہین ہین۔ اکثر لوگ اس سکندر کو ذوالقرنین
تبلاتے ہین۔ لیکن ہمارے پاس اسکی کوئی سند نہین ہے۔

البتہ قرآن مجید مین ایک ذوالقرنین کا قصہ مذکور ہے مگر وہان خضر کا
کچہ مذکور نہین ہے چنانچہ سورۃ الکہف مین فرمایا گیا ہے۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ	اے محمد لوگ تم سے ذوالقرنین کا حال دریافت
قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا	کرتے ہین تو کہو کہ مین تم کو اس کا تہوڑا سا تذکرہ

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ
وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ
شَيْءٍ سَبَبًا فَأَتْبَعَ
سَبَبًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ
مَغْرِبَ الشَّمْسِ
وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي
عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ
عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا
يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا
أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا
أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ
حُسْنًا قَالَ أَمَّا مَنْ
ظَلَمَ فَسَوْفَ
نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ
إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ
عَذَابًا نُكْرًا
وَأَمَّا مَنْ آمَنَ
وَعَمِلَ صَالِحًا
فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ
وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ
أَمْرِنَا يُسْرًا
ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا حَتَّىٰ
إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ

بڑہ کرسناتا ہون - اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم
نے اسکو دیئے زمین پر بڑی قدرت دی
تہی اور ہم نے اسکو ہر طرح کے ساز وسامان
دیے رکہے تہے چنانچہ وہ ایک سامان کے
پیچہے پڑا یعنے سفر مغرب کی تیاری کرنے لگا
یہان تک کہ جب آفتاب کے غروب ہونے
کے مقام پر پہونچا تو اوسکو آفتاب ایسا دکہائی
دیا کہ جیسے وہ کالے کیچڑ کے کنڈ مین ڈوبتا
ہے اور دیکہا کہ اس کنڈ کے قریب ایک
قوم آباد ہے ہم نے فرمایا کہ اے ذوالقرنین
تم بادشاہ ہو اور دونون اختیار رکہتے ہو
چاہو ان لوگون کو عذاب دو یا ان کے بارہ
مین حسن سلوک کا شیوہ اختیار کرو - ذوالقرنین
نے کہا کہ جو ان مین سے سرکشی کریگا اوس کو
تو ہم سزا دینگے پہر قیامت کے دن وہ
اپنے پروردگار کے حضور مین لوٹا کر لایا جائیگا
اور وہ ہماری سزا کے علاوہ اس کو اور
سخت عذاب دے گا اور جو ایمان لائیگا اور
نیک عمل کریگا تو ویسا ہی بدلہ مین اوس کو بہلائی
ملیگی اور ہم بہی اپنے کاہون مین اسکو آسان
آسان کام کرنے کو دینگے پہر ذوالقرنین
ایک اور سامان کے پیچہے پڑا یہان تک کہ جب
چلتے چلتے آفتاب کے نکلنے کی جگہ پہونچا تو اس

الشَّمْسَ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا كَذٰلِكَ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ

کو معلوم ہوا کہ آفتاب کچھہ لوگون پر طلوع کرتا ہے جن کے لیے ہم نے آفتاب کے ادہر کوئی آڑ نہین رکہا اور واقع مین بہی ایسا ہی تہا یعنے وہ لوگ وحشی تہے گہر بنانے کا سلیقہ نہین رکہتے تہے دہوپ سے بچنے کے لیے ان کے پاس کوئی پناہ نہین تہی پہر ذوالقرنین اور ایک سامان پیچہے پڑا یہان تک کہ جب ایک پہاڑی کی گہاٹی کے دو کناروں کے بیچ مین پہونچا تو دیکہا کہ دو کنارون کے ادہر اور ایک قوم آباد ہے اور وہ ایسے وحشی ہین کہ بات سمجہنے کے پاس تک نہین پہٹکے ان لوگون نے اپنی بولی مین عرض کیا کہ اے ذوالقرنین! اس گہاٹی کے ادہر یاجوج ماجوج کی قوم آباد ہے اور وہ لوگ ہمارے ملک مین آکر فساد کرتے ہین ۔ آپ کی مرضی ہو تو ہم آپ کے لیے چندہ جمع کر دین بشرطیکہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی روک بنا دین ۔ ذوالقرنین نے کہا کہ وہ مال جس مین میرے پروردگار نے مجہکو پورا اختیار دے رکہا ہے کافی ہے چندہ کی تو ضرورت نہین ۔ مگر ہان تم کو ایسی ہی مدد کرنی ہے تو ہاتہہ پاؤن کے زور سے میری مدد کرو مین تم لوگون مین اور ان لوگون مین ایک دیوار کہینچ دونگا ۔ کہین سے لوہے کی سلین ہم کو لا دو چنانچہ وہ لوگ سلین لاے اور ضروری کارروائی ہوتی

انفخوا حتی اذا جعلہ نارا قال آتونی افرغ علیہ قطرا فما اسطاعوا ان یظہروہ وما استطاعوا لہ نقبا قال ہذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء و کان وعد ربی حقا

رہی یہانتک کہ جب ذو القرنین نے دونون کنارون کے بیچ کی کشادگی کو پاٹ کر برابر کر دیا تو حکم دیا کہ اب اس کو دھونکو یہان تک کہ جب دیوار کو لال انگار کر دیا تو کہا کہ اب ہم کو تانبا لادو کہ اس کو پگھلا کر اس دیوار پر انڈیل دین۔ غرض اس تدبیر سے ایسی اونچی اور مضبوط دیوار تیار ہوگئی کہ یاجوج ماجوج نہ تو اوسپر چڑہ سکتے تھے نہ اوس مین سوراخ کر سکتے تھے ذو القرنین نے اس اپنی دیوار کو دیکھکر کہا کہ یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے لیکن جب میرے پروردگار کا وعدہ آموجود ہوگا تو اس دیوار کو ڈہا کر برابر کر دیگا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔

تحقیقات

قرآن مجید مین ذو القرنین کا قصہ اسی قدر مذکور ہوا ہے۔ تاریخون اور قصون مین جو اور باتین مستزاد ہین وہ کچھ معتمد علیہ نہین ہین اور چونکہ ہم کو اسوقت خاص ذو القرنین کے قصہ کا لکھنا مدنظر نہین ہے اس لئے اس کو نظر انداز کیا گیا البتہ اس قصہ مین جو قرآن مجید سے نقل کیا گیا ہے، بہت سی باتین تصریح طلب ہین بہت سی باتین ایسی ہین جن کو فلسفی طبیعت والے بے تامل باور نہین کر لیتے، یہان ان تمام امور سے بحث کیجاتی ہے۔

پہلی بحث

ذو القرنین کا نام و نسب

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ذو القرنین کا نام مرزبان بن مرزبہ یونانی ہے

وہ یونان بن تارخ بن یافث بن نوح کی اولاد سے تھا۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں ابو ریحان سروری منجم سے نقل کر کے لکھا ہے کہ ذوالقرنین قبیلۂ حمیر سے تھا۔ اس کا نام ابو کرب شمس بن عمیر بن آفریقس حمیری ہے اور اوراسی نام کو ابو ریحان نے قرین قیاس بتایا ہے کیونکہ یمن میں اکثر اسی طرح کے نام رکھنے کا دستور تھا مثلاً ذی المنار ذی نواس ذوالنون وغیرہ ایک ضعیف روایت حضرت عبد اللہ بن العباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس مین ذوالقرنین کا نام عبد اللہ بن ضحاک بتایا گیا ہے۔

امام ثعلبی نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا ہے کہ ذوالقرنین کا نام اسکندر ہے۔ اسکی ماں ایک بوڑہی عورت تہی جس کے سواے سکندر کے اور کوئی اولاد نہین تہی۔ یہہ سکندر شہر اسکندریہ کا باشندہ تہا۔ عام درجہ کے لوگون مین اسکا شمار تہا۔ سن رشتہ کو پہونچکر اس نے علم وفضل کے جوہر سے اپنے کو آراستہ کیا۔ حلم ومروت عفت عدل اور اخلاق حمیدہ نے ہر دلعزیز بنا کر ناموری کے اس بلند زینہ پر پہونچایا کہ آجتک مشہور عالم ہے۔

دوسری بحث

ذوالقرنین کی وجہہ تسمیہ

یہہ تحقیق نہین کہ ذوالقرنین کے لقب پڑنے کی وجہہ کیا ہے؟ تاہم علمائے مورخین نے قیاس وقرینہ سے سات مختلف وجوہ بیان کئے ہین۔

(۱) بعض نے بتایا کہ اس کے سر پر دو چوٹیان تہین اور قرن بھی چوٹی ہے

(۲) بعض نے یہہ سبب لکھا کہ قرنین سے دو ملک مراد ہین روم اور فارس چونکہ سکندر ان دونون ملکون کا بادشاہ تھا اس لئے ذوالقرنین کے لقب سے ممتاز ہوا۔ مگر اس توجیہہ مین دو امر مجہول ہین۔ ایک تو قرن کا ملک کے معنی مین ہونا۔ دوسرے توجیہہ اسوقت پوری ہوسکتی ہے جب ذوالقرنین، سکندر رومی کا لقب تسلیم کیا جاتے حالانکہ یہ امر صرف مشتبہ بلکہ غیر ثابت ہے۔

(۳) بعض نے لکھا ہے کہ ممکن ہے اس کے سر پر سینگ کے مشابہ دو قرن ادہر اودہر قدرۃً نمایان ہوگئے ہین جیسا کہ ضحاک تازی کے باب مین عندالمورخین مشہور ہے۔

(۴) بعض نے لکھا ہے کہ اسکے تاج مین دو سینگین بنی تہین اس لئے ذوالقرنین نام پڑگیا۔

(۵) بعض نے قرنین سے مان باپ کو مراد لیا تو ذوالقرنین بھی بجیب الطرفین ہوا

(۶) بعضون نے لکھا ہے کہ ذوالقرنین شجاعت کے باعث لقب پڑا جیسا کہ محاورہ عرب مین پایا جاتا ہے۔ یہہ راے قاضی بیضاوی کی ہے۔

(۷) ایک ضعیف حدیث مین روایت کیگئی ہے کہ سکندر کا لقب ذوالقرنین اس لئے پڑا کہ وہ دونون قرن عالم (مشرق و مغرب) کی سیر کر آیا تہا اور ہر طرف اسکی سلطنت پہیلی ہوئی تہی - یہ سبب قرین قیاس ہے۔ قرآن مجید سے اسکی تائید ہوتی ہے - دنیا کے دونون قرن یا طرف سے اقصاے مشرق و مغرب مراد ہے ورنہ دنیا کرہ ہے اسکے دو سرے نہین ہو سکتے

ہمارے زمانہ کے بعض ابناء وقت نے یہ انوکہی بات اختراع کی کہ ذوالقرنین جسکا ذکر قرآن مجید مین ہے چین کا بادشاہ تہا چوبیس سال اس نے سلطنت کی جن مین بارہ برس ملک کے نظم و نسق مین گذرے اور بارہ برس امن و داد کے ساتہہ داد فرمانروائی دیتا رہا اس بنا پر قرن کا اطلاق بارہ سال پر ہوگا۔

اس توجیہہ کا صحیح ہونا خلاف نہین ممکن ہے لیکن قرآن مجید مین جس ذوالقرنین کا ذکر ہے وہ ہرگز چین کا بادشاہ نہین ہے - اس لئے کہ قرآن کے الفاظ یَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانہ کے کفار عرب ذوالقرنین کے حال سے واقف تہے اور اس لئے انہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کی غرض سے ذوالقرنین کی بابتہ سوال کیا۔

چین کی تاریخ سے اہل عرب بالکل ناواقف و نابلد تھے۔ خصوصًا سکندر بادشاہ چین بالکل غیر معروف اور گمنامی کیحالت مین تہا۔ اہل عرب تو اس سے واقف ہی نہین تھے ؟ اس کے بارہ مین سوال کیا کرتے ؟ ہان بجائے سکندر بادشاہ چین کے سکندر بن فیلقوس رومی کو بتایا ہوتا تو ایک حد تک قرین قیاس تہا کیونکہ اہل عرب بادشاہ روم سے مانوس تھے۔ روم مین ان کی آمد و رفت تہی۔ گذشتہ سلاطین روم کے قصے انکی زبانو نپر تھے۔

قرآن مجید مین صرف ذوالقرنین کا لفظ کہا گیا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ نام چاہے جو کچھہ رہا ہو مگر وہ مشہور ذوالقرنین ہی تہا کیونکہ ہر شخص اپنے عرف ہی سے پکارا جاتا ہے۔ بادشاہ چین کا نام یا لقب ذوالقرنین نہین ہو سکتا کیونکہ ذوالقرنین عربی لفظ ہے اگر یہ کہا جاے کہ ذوالقرنین چینی زبان کا ترجمہ ہے تو یہ محض ایک من گہڑت قیاس ہے تاریخ سے اس کا کوئی ثبوت نہین دیا جا سکتا۔

تیسری بحث

کیا ذوالقرنین نبی تھے ؟

ذوالقرنین کی نبوت مین اختلاف ہے۔ بعض علما رنبوت کے قائل ہین بعض کو اس سے انکار ہے مگر اس کے بندۂ صالح ہونے مین سب متفق ہین عجیب تر یہ کہ بعض اہل جنت نے ذوالقرنین کو فرشتہ گمان کیا ہے۔ شاید کہ فرشتہ سے فرشتہ خصلت مراد ہو۔ جو لوگ ذوالقرنین کی نبوت کے قایل ہین وہ قرآنمجید سے یہ استدلال پیش کرتے ہین کہ اللہ تعالی نے اوسکو قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے اور جس سے خدا مخاطب ہوکر کلام کرے وہ نبی ہے پس ذوالقرنین نبی ہے۔

بالکل بے ٹھکانے بات ہے۔ آیتہ مذکورہ سے ذوالقرنین کا نبی ہونا ثابت نہین ہوتا یہ کلیہ ہی باطل ہے کہ خدا نبی ہی سے مخاطب کرتا ہے کیونکہ نبی کی یہ تعریف نہین ہے

ممکن ہے کہ اس مضمون کا الہام ہوا ہو، اور صاحب الہام نبی ہونا ضرور نہین
ہے۔ ولی عارف باللہ کو بھی الہام ہوتا ہے۔ پھر بھی تحقیق نہین کہ آیا ذوالقرنین
سے اللہ تعالی کا خطاب ویسا ہی تھا جس طرح انبیاء علیہم السلام سے ہوتا
تھا یا بزبان زبان حال ہے۔

میرے نزدیک قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ سے یہی مطلب ہے کہ ہم نے
ذوالقرنین کو ایسا سمجھا دیا جس طرح شہد کی مکھی کے بارہ مین فرمایا۔ وَاَوْحٰى
رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔

بعض لوگون نے قائلین نبوت کی دلیل کو اس طرح رد کیا ہے کہ اگر خدا
کا تخاطب ہی دلیل نبوت مخاطب ہے تو پھر بندرون کا نبی ہونا بھی تسلیم کرنا
پڑے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید مین اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً
خَاسِئِيْنَ (ترجمہ) ہم نے ان لوگون سے کہا کہ تم سب دھتکارے ہوے بندر ہو جاؤ

جواب یہہ عجیب طرح کی واہیات دلیل ہے۔ اس آیات مین اللہ تعالی
بندرون سے تخاطب نہین ہے بلکہ ان سرکش آدمیون سے خطاب کرتا ہی
جو بعد کو بندرون کی صورت مین مسخ کر دے گئے۔ اور جب یہ صورت ہے
تو بندرون کا نبی ہونا کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

الفاظ "یا ذوالقرنین" سے تو بلاشبہ نبوت ذوالقرنین کا استدلال صحیح
نہین ہے لیکن آیت "قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ" سے جو تردید کی گئی
ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخیف اور بھدی دلیل ہے۔

اولاً تو آیت "كُونُوا قِرَدَةً" مین کوئی خطاب نہین ہے جس سے خدا
کا تخاطب سمجھا جائے بخلاف اسکے "قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ" مین خطاب ہے
عزت واحترام کا تخاطب ہے درحالیکہ "قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ" مین مخاطبین
کی تحقیر و تذلیل ہے

دوسرے یہ کہ ذوالقرنین کا مرد صالح اور مقبول الہی ہونا آیات قرآنی سے

صاف ظاہر ہے اسپر نبی ہونیکا اشتباہ ہو سکتا ہے۔ یہہ گروہ جسکو اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں مسخ ہو جانے کیلئے فرمایا، باغی و سرکش تہا ایس
ظاہر ہے کہ سرکش و متمرد مین نبوت کی صلاحیت نہین ہوسکتی نبی ہونیکا گمان
انہین افراد مین صحیح ہوگا جن مین اس منصب کے قبول کرنیکی صلاحیت ہو محض
مخاطب ہوجانے سے کوئی فرد نبی نہین ٹہیر جاتا۔ قرآن مجید مین اللہ تعالےٰ
نے زمین و آسمان کو بہی مخاطب کیا ہے۔ (یا ارض ابلعی ماءک و یا سماء اقلعی)
حالانکہ زمین و آسمان کا نبی ہونا محال عقلی ہے۔
غرض ذوالقرنین کی نبوت کی تردید جس طرح کیگئی ہے وہ دلیل محض غلط
ہے اگرچہ نفس دعوےٰ ٹہیک ہے۔

چوتہی بحث

ذوالقرنین کا زمانہ

یہہ امر بہی مختلف فیہ ہے کہ ذوالقرنین تہا کس زمانہ مین؟ بعض علما مفسرین
نے لکہا ہے کہ ذوالقرنین ثمود کا ہمعصر تہا۔ اسکی عمر ایک ہزار تہہ سو برس
کی تہی مگر یہ روایت معتبر نہین ہے علامہ وہب سے منقول ہے کہ ذوالقرنین
حضرت عیسےٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانہ فطرت
مین تہا۔ حضرت عطا نے کتاب القری مین امام ازرقی سے روایت
کی ہے کہ جس زمانہ مین حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام مکہ معظمہ مین بیت اللہ
تعمیر کر رہے تہے ذوالقرنین مکہ مین آیا۔ ذوالقرنین کے ساتہیون مین سے
کسی شخص کو حضرت ابراہیم نے طواف کرتے دیکہا آپ نے پوچہا تو کون
ہے؟ اس نے کہا مین ذوالقرنین کے ساتہیون مین سے ہون۔ آپ نے
پوچہا ذوالقرنین کہان ہے؟ اس نے بتایا فلان مقام پر جب حضرت
ابراہیم اور ذوالقرنین سے ملاقات ہوئی۔ ذوالقرنین جناب ابراہیم
کے ساتہہ حج کرنے چلا۔ رفقاء نے پیدل دیکہکر پوچہا آپ سوار کیون نہین

ہو لیتے ؟ ذوالقرنین نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے جواب دیا کہ بھلا یہہ پیدل چلیں اور میں سوار ہوکر۔

پانچوین بحث
ذوالقرنین کی بادشاہت

امام فخرالدین رازی نے لکھا ہے کہ جس ذوالقرنین کا ذکر قرآن مجید مین ہے وہ سکندر بن فیلقوس روم و ایران کا بادشاہ تہا اور حکیم ارسطاطالیس اس کا وزیر تہا۔

امام محمد عبدالکریم شہرستانی نے کتاب الملل والنحل مین لکھا ہے کہ ابن فیلقوس بادشاہ دارا کی بادشاہت کے تیرہ۱۳ برس کے بعد پیدا ہوا۔ بالغ ہونے پر اس کے باپ نے حکیم ارسطاطالیس کے سپرد کردیا جو اسوقت اثینانس نامی ایک شہر مین رہتا تہا۔ حکیم نے پانچ برس تک سکندر کو حکمت و فلسفہ کی تعلیم دی یہانتک کہ مثل اور شاگردون کے سکندر کا شمار بہی اس عہد کے فلاسفہ مین ہونیلگا اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہین کہ اگر یہی وہ ذوالقرنین ہے۔ جس کا ذکر قرآن مین کیا گیا ہے تو لازم آتا ہے کہ سکندر اور ارسطو کا مذہب صحیح و برحق ہو حالانکہ یہہ بالاتفاق غلط ہے۔

صاحب مختصر جامع کا بیان ہے کہ ذوالقرنین دو گذرے ہین پہلا ذوالقرنین اکبر جس کا ذکر قرآن مجید مین ہے۔ وہ سام بن نوح کی اولاد سے تہا حضرت ابراہیم کا معاصر تہا آپ سے ملاقات کی۔ بلاد عالم کی سیر و سیاحت کی حضرت خضر اسکے خالہ زاد بہائی تہے اسکے لشکر کے ہیشرو تہے۔ اسی ذوالقرنین سے یاجوج ماجوج کی روک کے واسطے سد سکندری تعمیر کی۔ شہر اسکندریہ کو آباد کیا

دوسرا ذوالقرنین اصغر ہے۔ اس کا نام سکندر بن فیلقوس یونانی ہے۔ یہ فیلقوس یونانی مقدونیہ کا بادشاہ تہا۔ جس نے دارا سے جنگ کے بعد صلح کی اور ہر سال خراج مین سونے کا انڈا بہیجا کرتا تہا

جب فیلقوس مرگیا، اس کا بیٹا سکندر بجائے باپ کے تخت سلطنت پر متمکن ہوا کل بلاد روم پر قبضہ کر لیا اور جب دیکھا کہ دارا سے اسکی قوت کسی طرح کم نہین ہے اخراج دینے سے انکار کر دیا۔ آخر دونون مین جنگ ہوئی۔ سکندر کو فتح ہوئی دارا شکست کھا کر قتل ہوگیا۔ سکندر نے اس کے مال و ملک پر قابض ہو کر اسکی بیٹی سے نکاح کیا اور روم و فارس دونون ملکون پر بادشاہت کرنے سے ذوالقرنین لقب ہوا جب سکندر کے مرنے کے دن قریب آئے اس نے اپنے بیٹے اسکندروس کو ولیعہد کیا۔ لیکن اسکندروس کی طبیعت فقر و عبادت کے طرف مایل تھی۔ اس بادشاہت پر لات مار کر گوشہ نشینی اختیار کی اس لئے وفات سکندر کے بعد ایک شخص بطلیموس ابن مرغوس کو بادشاہ یونان بنایا گیا۔

بطلیموس نے اڑتیس ۳۸ سال عدل و داد کے ساتھہ فرمانروائی کی۔

بطلیموس کے بعد بطلیموس دمیانوس بادشاہ ہوا۔ اس نے چالیس سال حکومت کی دمیانوس کے بعد بطلیموس اودایماطس فرمانروائی یونان ہوا اور چوبیس ۲۴ سال باشاہت کرتا رہا اودایماطس کے بعد بطلیموس فیلاقطر بادشاہ ہوا اور اس نے اکیس برس سلطنت کی فیلاقطر کے بعد بطلیموس افیغالس نے بائیس برس سلطنت کی۔

افیغالس کے بعد بطلیموس اودایماطس ثانی ایا اور اس نے ستائیس ۲۷ برس سلطنت کی اودایماطس ثانی کے بعد بطلیموس من بناطر تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس نے سترہ ۱۷ برس باغ حکومت کی سیر کی۔

من بناطر کے بعد بطلیموس الاخشندر نے تاج فرمانروائی سر پر رکھا اور گیارہ برس حکومت کرتا رہا اخشندر کے بعد بطلیموس اخنغی نے قبائی سلطنت پہنی اور اس نے کل اٹھہ برس حکومت کی اخنغی کے بعد قالوفطری ایک عورت نے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ اس عورت کا شمار حکما مین ہے اور اس نے

سترہ برس بڑی دہوم کی سلطنت کی ۔
سکندر بن فیلقوس کے بعد بادشاہان یونان کا لقب بطلیموس قرار پاگیا جس طرح بادشاہان روم کی قیصر اور والیان ایران کو کسرا کہتے ہین ۔
سکندر کے تین سو کئی برس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام عالم دنیا مین تشریف لائے
آثار سکندر ذوالقرنین کے آثار مین سے دیار مغرب مین مصر کے قریب شہر اسکندریہ ہے ، یہہ عجیب شہر جس کا شمار دنیا کے بلدان عظیمہ مین ہے سکندر ذوالقرنین کا آباد کیا ہوا ہے ۔ اس شہر مین ایک منار تہا جو چار ستونون پر قائم تہا ۔ اس کا طول تین سو ہاتہہ تہا اگلے زمانہ مین اس منار پر ایک عظیم الشان آئینہ تہا جس کو ارسطاطالیس (شاگرد حکیم افلاطون) کے شاگرد حکیم بلنیاس نے بنایا تہا ۔ اس مین کمال و غرابت یہہ تہی کہ اس آئینہ مین قسطنطنیہ اور بلاد روم و فرنگ تک کے حالات معلوم ہوجاتے تہے اسکندریہ والون کو شہر مین سر آنیوالی خبر آئینہ سے معلوم ہوجاتی تہی اور یہہ منار خلافت بنو امیہ مین تباہ ہوا ۔
اسکندریہ کے سوا ، شام مین دمشق ۔ خراسان مین ہرات ، ماوراءالنہر مین سمرقند ، اور آذربائیجان مین بردع یہہ کل شہر ذوالقرنین کے آباد کئے ہوئے ہین بعض مورخین نے لکہا ہے کہ سکندر نے بارہ یا سولہ شہر آباد کئے ، ان سب کے مجموعہ کا نام اسکندریہ رکہا ۔
جب ذوالقرنین کی وفات کا زمانہ قریب آپہونچا ، اپنے ممالک مقبوضہ کو مختلف حکمرانون پر تقسیم کر دیا اور اس مصلحت سے کہ آپس مین فساد نہ ہو کسی ایک بادشاہ کو دوسرے کا مطیع و باجگذار نہین بنایا ۔
وفات ایک موضع شہرزور مین دوشنبہ کے دن ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ذوالقرنین کا انتقال ہوا ۔ اسکی لاش سونے کے تابوت مین رکہکر

اسکندریہ مین اس کی مان پاس لائی گئی - تہامہ یا اسکندریہ مین دفن کیاگیا عمر سکندر ذوالقرنین نے تیرہ یا چودہ سال بادشاہت کی چہتیس یا ساٹہہ برسکی عمر مین وفات پائی -

اب ہم کہتے ہین کہ

قرآن مجید مین جسقدر قصہ ذوالقرنین کا مذکور ہے اتنا تو یقینی اور متفق علیہ ہے باقی رہا یہہ امر کہ ذوالقرنین کا اصل نام کیا تہا؟ ذوالقرنین لقب کیون پڑا؟ وہ کہان کا بادشاہ تہا؟ کتنے دنون سلطنت کی؟ نبی تہا یا نہین؟ ان سب باتون کی تصریح قرآن نے ضروری نہین سمجھی -

قرآن مین جس ذوالقرنین کا مذکور ہے وہ نہ تو روم و یونان کا سکندر بن فیلقوس ہو سکتا نہ چین کا بادشاہ، اس لئے کہ یہہ دونون بادشاہ، کافر، ظالم اور غیر صالح تہے، حالانکہ قرآن مجید مین ذوالقرنین کو ایک مرد صالح اور عادل بادشاہ کہا گیا ہے -

دوسرے اسوجہہ سے کہ ان دونون سکندرون یا بادشاہان چین و روم مین سے کسی کا لقب ذوالقرنین نہین تہا اور نہ قرآن مین ذوالقرنین کا نام سکندر بتایا گیا ہے -

تیسرے اسوجہہ سے کہ قرآن نے فقط ذوالقرنین ہی کے کہدینے پر کفایت کیا، جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بادشاہ بہ سبب ذوالقرنین کے بہت مشہور ہو جانے کے نام سے مستغنی ہو گیا تہا بلکہ لوگ نام کو، گویا بہول کر ذوالقرنین ہی کہنے لگ گئے تہے - ان دو مذکورہ بادشاہون مین یہ امر کہان ہے -

بلاشک قرآن و حدیث نے ہم کو نہین بتایا کہ وہ ذوالقرنین کون تہا؟ کہان کا بادشاہ تہا! کس زمانہ مین تہا؟ کیونکہ شریعت کے منصب سے یہ خارج بات تہی -

ہماری قطعی رائے تو یہ ہے کہ وہ ذوالقرنین نہ بادشاہ روم سکندر بن

فیلقوس نہ فرمانروائے چین تہا بلکہ ان دونون کے سوا اور ان سے بہت پہلے
کوئی اولو العزم فاتح اور صاحب عدل و انصاف بادشاہ اور بندہ صالح
گذرا ہے۔ اور اس کا زمانہ اتنا آگے ہے جہان تک تاریخ جاننے والونکی
رسائی کسی طرح نہین ہوئی اور اس لئے اس بارہ مین ہر طرف سے سکوت
ہی سکوت ہے۔

چہٹوین بحث

مغرب الشمس" سے کیا مراد ہے؟ اس لئے کہ آفتاب کے غروب ہونیکی جگہ
تک نہ انسان کا پہونچنا کسی طرح ممکن ہے اور نہ آفتاب دراصل کسی مقام
مین ڈوبتا ہے

مغرب الشمس سے یہ مراد نہین ہے کہ ذوالقرنین درحقیقت وہان تک
جا پہونچا جہان آفتاب ڈوبتا ہے۔ کیونکہ آفتاب، فقط ہمکو ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ کہین ڈوب رہا ہے اصل مین وہ کسی گڑھے یا مقام مین غروب نہین ہوتا
مطلب یہ ہے کہ اسوقت پچہم کی طرف جہان تک رسائی ہوسکتی تہی وہان
تک ذوالقرنین جا پہونچا۔

ساتوین بحث

اس کے کیا معنی کہ آفتاب کیچڑ کے کنڈ مین ڈوبتا تہا۔ کیونکہ آفتاب
یقیناً کسی کنڈ مین نہین ڈوبتا اور نہ یہ امر ممکن ہے۔

ذوالقرنین سمندر کے کنارہ پر تہا اس لئے آفتاب اس کو پانی ڈوبتا نظر آیا
اور سمندر کا پانی کالا نظر ہی آتا ہے۔ تو سورج کا کنڈ مین ڈوبنا، واقعہ کا
بیان نہین ہے بلکہ ذوالقرنین کی رویت کی کیفیت کا بیان ہے جسطرح
ہم لوگون کو شام کے وقت آفتاب درختون مین یا زمین مین یا پہاڑ کے
نیچے ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی کہنے مین بہی آتا ہے کہ دیکہو وہ آفتاب
درختون مین ڈوب رہا ہے یا پہاڑ کے نیچے جا رہا ہے اور اس لئے اللہ تعالے

نے فرمایا کہ سکندر کو ایسا معلوم ہوا کہ آفتاب کیچڑ کے کنڈ مین ڈوب رہا ہے یہ نہین فرمایا کہ آفتاب پانی یا کیچڑ کے کنڈ مین ڈوبتا تھا۔

آٹھوین بحث

علی ہذا القیاس مطلع الشمس یعنی آفتاب کے طلوع ہونیکی جگہ سے یہہ مراد ہے کہ روئے زمین پر جہان پہلے پہل آفتاب طلوع ہوتا ہے یا جہان اول اول اُسکی روشنی پہونچتی ہے یا جہانتک اس طرف انسان کی پہونچ تہی وہان تک ذوالقرنین پہونچ گیا اور وہان ایک ایسی قوم دیکہی جن کے ملک مین پہاڑ اور درخت وغیرہ کچہہ نہین تہے جو ان کے اور آفتاب کے درمیان حائل ہوتے اور ان کو سورج کی حرارت سے ذرا پناہ ملتی یا یہہ کہ وہ لوگ حیوانون کی طرح بسر کرتے تہے۔

آفتاب کی شدت حرارت کے سبب سے یہہ لوگ دن بہر زمین کے اندر تہخانون مین اور پانی مین رہتے تہے۔ آفتاب کے غروب ہوجانیکے بعد زمین کے اندر سے نکلکر کاروبار مین مصروف ہوتے تہے۔ دنیا مین اب بہی ایسے مقامات موجود ہین۔

نوین بحث

بین السدّین یعنی پہاڑی کی گہاٹی کے دو کنگارون کے بیچ سے مراد وہ دونون پہاڑ ہین جن کے بیچ مین سد سکندری واقع ہے۔ غالباً یہہ آذربائیجان اور آرمینہ کے دو پہاڑ ہونگے بعض مفسرین کا گمان ہے کہ یہ دو پہاڑ آخر شمال مین ہین جہان ارض ترک منقطع ہوتی ہے۔ ان پہاڑون کے ادہر یاجوج ماجوج تہے۔ بعض مفسرین کا بیان ہے کہ سد ذوالقرنین بحر روم کے ادہر ہے بعضون نے نواح آرمینہ بتایا ہے بعض بے انگلی لوگون نے دیوار چین کو سد یاجوج ماجوج لکہا ہے مگر دیوار چین پر سد ذوالقرنین کا اطلاق اسوقت صحیح ہوگا جب ذوالقرنین کا بادشاہ چین ہونا ثابت ہوکیتے ہین

کہ سدّ ذو القرنین اونچائی مین قریب دو سو ہاتہہ کے - عرض مین پچاس ہاتہہ
اور دونون پہاڑون کے بیچ مین سو فرسخ کا فاصلہ ہے -
کتاب نیابیع مین بعض روایات سے نقل کرکے لکہا ہے کہ سدّ یاجوج ماجوج
طول مین سو فرسخ اور عرض مین پچاس فرسخ ہے - لباب التاویل مین لکہا ہے
کہ یہ سدّ عرض مین پچاس ہاتہہ ، بلندی مین سو ہاتہہ اور طول مین ایک فرسخ ہے -
ذو القرنین نے سد بنائی اسکی کیفیت قرآن سے نقل کرکے لکہی جاچکی ہے -
مورخین اور مفسرین نے جو اسپر اور بہت کچہہ مستزاد کیا ہے وہ ہمارے نزدیک
کچہہ بہت معتدا ور قابل لحاظ نہین ہے اور ہر بات مین کثرت سے اختلافات
کا ہونا اور طبیعت کو ڈانواڈول کرتا ہے -

دسوین بحث

یاجوج ماجوج

تفسیر بیضاوی مین لکہا ہے کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد
سے دو قبیلہ تہے بعضون کا خیال ہے کہ ترکون کے دو وحشی گروہ تہے - علامہ
سدی نے لکہا ہے کہ ترک خود یاجوج ماجوج مین سے ہین -
یہہ لوگ ایام ربیع مین تاخت وتاراج اور لوٹ مار کرنے کے لئے
نکلتے تہے - زراعتون کو تباہ کردیتے تہے - اپنے گروہ اور اپنے ہم جنسون
کے سوا جسکو پاتے مار کر کہا جاتے تہے - قتل وخونریزی ان کا پیشہ تہا - وحشت
اور جہالت انکی سرشت تہی -
جب ذو القرنین نے مظلومان یاجوج ماجوج کی فریاد وفغان سے متاثر
ہوکر دو پہاڑون کے بیچ مین لوہے کی مضبوط دیوار کہینچدی جو پتہر اور سیسے وغیرہ
سے مرکب تہی تو یاجوج ماجوج کا اِدہر آنا بالکل بند ہوگیا - اس مردم خوار
وحشی قوم نے ہمیشہ کیلئے اپنا آنا اور تاخت وتاراج کرنا مجبور ولاچار ہوکر ترک
کردیا اور اسوجہہ سے وہ ترک مشہور ہوگئے -

تفسیر مدارک میں لکھا کہ اس گروہ کے پست قد لوگ نہایت درجہ کو پست قد ہوتے تھے اور لمبے آدمی اعتدال سے زیادہ لمبے ہوتے تھے۔ کان ان کے زمین تک لٹکتے تھے سونے کے وقت ایک کان بچھاتے تھے دوسرا اوڑھتے تھے۔ ان کے جسم پر بہائم کے سے بال درندوں کے سے دانت بھیڑیوں کی سی آواز اور انسان کی سی صورت ہوتی تھی۔

ایسی صورت کا حیوان ہونا تو ممکن ہے مگر ان روایات کی صحت پر اعتماد کیونکر کیا جا سکتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

امام سخاوی رح نے تجرید میں روایت کی ہے کہ یاجوج ماجوج بائیس قبیلے تھے اکیس قبیلے کی روک کیواسطے ذوالقرنین نے سد تعمیر کی اور ایک قبیلہ جو اوسوقت کہیں لڑائی کے لیے گیا ہوا تھا، وہی ترک ہیں۔

ابن عدی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ یاجوج ماجوج دو گروہ ہیں ہر ایک گروہ ایک ہزار چار سو نفوس کا ہے۔ ان میں کا ہر شخص جب تک اپنے نطفہ اور اپنے صلب سے ہزار اولاد بالغ نہیں دیکھ لیتا۔ نہیں مرتا۔ اس حدیث کو ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بھی روایت کیا ہے لیکن یہہ حدیث جیسا کہ ابن عدی نے خود ہی لکھا ہے موضوع و منکر باطل ہے۔ محمد بن اسحاق عکاشی کذاب نے اس حدیث کو وضع کیا ہے۔

اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ دنیا کا کونہ کونہ لوگوں نے چھان ڈالا خشکی و تری کے چپے ناپ ڈالے گئے، زمین کا چپہ چپہ جغرافیہ والوں نے معلوم کر لیا مگر نہ کہیں یاجوج ماجوج کا پتہ لگا نہ سد ذوالقرنین کا نشان ملا۔

جواب اس میں شبہ نہیں کہ علم جغرافیہ میں متاخرین نے ایک حد تک بڑی ترقی کی ہے مگر یہہ صحیح نہیں ہے کہ زمین کا چپہ چپہ معلوم کر لیا گیا۔ کرۂ زمین کا احاطہ کلی طور پر علماء جغرافیہ کو ہونا ممکن ہے مگر جزئیات سے ہرگز کوئی خبردار نہیں ہے امریکا کا اتنا بڑا ابر اعظم کرۂ عالم پر موجود تھا مگر ہزارہا برس

تک علما جغرافیہ اس سے نا واقف محض رہے تو اب اس بات پر کیا یقین ہے
کہ اسوقت تک جو کچھہ معلوم کرلیا گیا ہے اسی پر کرۂ ارض کا مدار ہے

جزئی طور پر اب بہی بہت ایسے مقامات ہین جہان تک کسی انسان کی رسائی
نہین ہوئی اور اون مقامات مین یاجوج ماجوج کا ہونا ممکن ہے۔

جو لوگ نقشۂ زمین سے واقف ہین انہین معلوم ہے کہ سیبیریا کے اودہر
بہت ایسے پہاڑ ہین جو بارہ مہینے برف سے ڈہکے رہتے ہین اور اسوجہ سے
وہان کوئی انسان گذر نہین سکتا اور برفانی پہاڑون کے اودہر زمین بہی ہے
جو انتہائی ارض تک چلی گئی ہے ممکن ہے کہ ان برفانی پہاڑون کے پیچہے کوئی
ایسی پست زمین ہو جہان پستی کیوجہ سے برف نہ رہتی ہو اور وہین
یاجوج ماجوج آباد ہون۔

ذوالقرنین ایک لامعلوم زمانہ ممتد کے پہلے گذرا ہے جسکو اب ہزارون
سال ہوچکے ہین بہت ممکن ہے کہ آباد زمین اور زمین یاجوج ماجوج کے درمیان
ان برفانی پہاڑون کے اندر کسی وادی کی راہ سے راستہ رہا ہو اور اسی راستہ
سے یاجوج ماجوج آکر تاخت تاراج کرتے رہے ہون اور جب مظلوہون
نے ذوالقرنین سے فریاد کی تو اس نے اندر سے وادی کا رستہ بند کردیا
ہو تو ایک طرف وادی کے بند ہوجانے سے اور دوسری طرف ناقابل
صعود پہاڑی کے حایل ہوجانے سے یاجوج ماجوج کا آنا مسدود ہوگیا ہو
پہر حوادث آسمانی کے پے درپے واقع ہونے سے اور برف کے جمتے رہنے
سے بالکل ناقابل گذر اور ناقابل صعود ہوگیا ہو۔

پہر استداد زمانہ اور مرور دہور کے بعد آسمانی و جوئی حادثات کے باعث
سے سب جمی ہوئی برف پگہل جاے اور یاجوج ماجوج ترقی کرکے اس قابل
ہوجائین کہ انکی روک کیلئے جو سد بنائی گئی تہی اوسکو توڑ کر باہر نکل پڑین۔
یہہ امکان کے پہلو ہین اور اس کے علاوہ اور بہی وجوہ امکان نکلتے ہین۔

اور جب ممکن ہے اور وقوع کا ثبوت قرآن مجید جیسی معتبر کتاب الٰہی سے سنا ہے تو پھر انکار کرنے اور مستبعد و محال خیال کرنیکی کوئی وجہہ نہیں معلوم ہوتی ورنہ تو تواریخ سے امان اٹھہ جائیگا اور تمام تاریخی بیانات درہم برہم ہو جائینگے

خضر کا ایک اور واقعہ

قرآن مجید مین بیان کیا جاتا ہے جو سورۃ البقر مین ہے۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَ انْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ

(اے پیغمبر) تم نے مثلاً ان بزرگ کے حال پر بھی نظر کی جو ایک بستی پر سے ہوکر گذرے اور وہ اپنی چھتون پر ڈھئی پڑی تھی - یہہ دیکھکر وہ تعجب سے لگے کہنے کہ اللہ اس بستی کو اس کے مرے یعنی اس قدر اجڑے پیچھے کیسے زندہ یعنی آباد کرے گا۔ اسپر اللہ نے ان کو سو برس تک مردہ رکھا پھر انکو جلا اٹھایا (اور) پوچھا تم اس حالت مین کتنی مدت رہے انہون نے کہا ایک دن رہا ہونگا یا ایک دن سے بھی کم - اللہ نے فرمایا نہین بلکہ تم سو برس اس حالت مین رہے اب اپنے کھانے اور اپنے پینے کی چیزون کو دیکھو کہ کوئی بسی تک نہین اور اپنے گدہے کے طرف (بھی) دیکھو (جسپر تم سوار تھے) اور تمہارے اتنے دنون مردہ رکھنے اور پھر جلا اٹھانے سے مقصود یہہ تھا کہ ہم تم کو لوگون کیلئے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنائین اور گدہے کی) ہڈیون کی طرف نظر کرو کہ ہم کیسے ان کو جوڑ جا کر

ان کا ڈھانچ بنا کھڑا کرتے ہین اور پھر ان پر گوشت مڑھتے ہین پھر جب ان بزرگ پر قدرت الٰہی کا یہہ کرشمہ ظاہر ہوا تو بول اُٹھے کہ اب مین یقین کامل کرتا ہون کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔	اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ف

مفسرین نے بستی اور شخص کی تعیین مین بہت اختلاف کیا ہے۔ ایک قول یہہ بھی ہے کہ بخت نصر بیت المقدس کو آگ لگا کر اور شہر کو اجاڑ کر بنی اسرائیل کو پکڑ لے گیا تھا۔

حضرت خضر اس ویرانے کے وقت بیت المقدس پر سے ہو کر گذرے اور ظاہر حال پر نظر کرکے ان کو نا امیدی ہوئی کہ ایسے اجڑے کبھی بھی بستے ہین۔ اللہ نے اُن کو اپنا نمونہ قدرت دکھایا کہ وہ سو برس تک مردہ پڑے رہے پھر ان کو زندہ کیا تو بیت المقدس اتنے عرصہ مین پھر آباد ہو گیا تھا اور ان کے گدھے کو خدا نے ان کی آنکھون دیکھتے جلا اُٹھایا۔

اللہ تعالےٰ نے ان کے کھانے پینے کی حفاظت کی وہ بُسا تک نہین۔

حضرت خضر کو صرف یہ حیرت تھی کہ خدا خلاف عادت قدرتون کو کیونکر پیدا کرتا ہے اور یہ جو خضر نے باوجودیکہ سو برس مردہ پڑے رہے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم بتایا تو اسکی وجہ یہہ ہے کہ وہ واقع مین مر گئے تھے۔ ان کو دیر کا احساس ہی نہین ہوا، اور یہی حال تو قیامت مین ہوگا کہ کافر عالم دنیا اور عالم برزخ مین رہنے کی مدت کو اتنا ہی تھوڑا بتائینگے۔ مگر غفلت شعار آدمی زندگی مین نہین سمجھتا۔

مگر جمہور مفسرین اسی طرف گئے ہین کہ وہ بزرگ حضرت خضر نہین بلکہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے

حیات خضر علیہ السلام

بہت دنون تک زندہ رہنا کسی ہزار دو ہزار برس کی عمر پانا یا ایک معتد زمانہ تک جوانی یا پیری کی حالت مین زندہ رہنا، خلاف عقل نہین ہوسکتا بلکہ بہر طور ممکن اور مطابق عقل ہے قرآن مجید مین حضرت نوح کی نسبت فرمایا گیا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِہٖ اور ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا بھیجا تو وہ پچاس برس کم ہزار برس (اُن لوگوں مین) رہے جناب نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو برس اپنی قوم کو تبلیغ احکام کرتے رہے اور کم از کم چالیس برس کی عمر مین ان کو خلعت نبوت سے سرفراز کیا گیا ہوگا کیونکہ چالیس برس سے کم عمر مین کسی نبی کو عہدہ نبوت نہین ملا تو اس آیتہ سے حضرت نوح علیہ السلام کا نوسو نود برس کی عمر پانا، بتصریح ثابت ہوا۔
آپ کے علاوہ دوسرے پیغمبرونکو اور نفوس کا بڑی بڑی عمرین پانا کتب قدیمہ اور تواریخ معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کا دوسو برس کی عمر مین وفات پانا متفق علیہ مورخین ہے۔

ابھی حال کا واقعہ ہے ہمارے والد ماجد کے عاقبت اندیش ملازم جیبو دہ رائے راجپوت کی مان ایک سو چوبیس برس کی عمر مین راہی عدم ہوئی ہے اور حال ہی مین جناب مولوی محمد عبد الغفور صاحب محمد آبادی کی محترم دادی نے ایکسو پندرہ سال کی عمر مین انتقال فرمایا ہے۔ علاوہ برین یورپ و امریکہ کے متعدد مشاہیر کی نسبت اخبارون مین یہ خبرین شایع ہوئی ہین جنہون نے ایک صدی سے زیادہ عمرین پائین۔ جہان بہت سے لوگون کو فطرت الٰہیہ نے اسقدر طول طویل عمرین عنایت فرمائین۔ وہین یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے بچے آغوش مادر مین والدین کو داغ دے جاتے ہین۔ بہت سے نوجوان اپنے

عنفوان شباب مین جوانامرگی کا مزہ چکھہ لیتے ہین - بہت لوگ ادہیڑ ہوکر مرتے ہین - غرض عمرون کا قاعدہ نہ کبھی مقرر ہوا نہ ہوسکتا، اور جب انسان کی عمر طبعی کا زار ہی نہین معلوم اور اس کا کوئی قاعدہ ہی مرتب نہین تو یہ حکم کیونکر لگایا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص اتنی بہاری عمر نہین پا سکتا نہ زیادتی عمر کی کوئی حد ہے نہ کمی کی تعین یہان تک کہ بعض بچے پیٹ مین بعض پیدا ہوتے ہی مرجاتے ہین بنائے علیہ کہاجا سکتا ہے کہ کسی کا قیامت تک یا بقائے عالم تک زندہ رہنا عقلاً ممکن ہے اور اسکے مستبعد ہونے پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی موجود نہین پیش کیجا سکتی - یہ دوسری بات ہے کہ کسی کا حیات جاوید پانا ثابت نہو امکان ثابت ہے گو وقوع نہ ہو -

روح جسد مین اسی وقت تک باقی رہتی ہے جب تک جسم مین روح کے قبول کرنیکی طاقت رہتی ہے امتداد زمانہ اثر آب و ہوا، انسان کے چال چلن، اسکے حرکات و سکنات وغیرہ جسم کو نحیف و کمزور اور اسکی قوت کو سلب کرتے رہتے ہین یہان تک کہ طاقت کے بالکل سلب ہوجانیکے بعد روح جسم کو چھوڑ دیتی ہے مشاہدہ بتاتا ہے کہ محتاط نفوس اور محنت کرنے والے زیادہ دنون تک زندہ رہتے ہین بہ نسبت غیر محتاط اور ان لوگون کے جو تنعم مین عمر بسر کرتے اور محنت و مشقت سے دور رہتے ہین -

جنگل و میدان کے رہنے والے بہ نسبت شہریون کے چاق و چست اور بہت صحیح الجسم ہوتے ہین اور اسی لئے ان کی عمرین بہی زیادہ ہوتی ہین - کیونکہ وہ ہوا تازہ اور عمدہ خوش گوار پاتے ہین - میدان کا اچھا پانی پیتے ہین محنت و مشقت کے عادی ہوتے ہین - نہ انہین کبھی طبیب کی ضرورت پڑتی نہ وہ کبھی دوا کہاتے - شہری کبھی صحت و طاقت مین ان صحرائیون کا مقابلہ نہین کرسکتے عیاشی مورث امراض ہے - امراض موجب ضعف ہین - جو جسم کی طاقت کو سلب کرلتے رہتے ہین اور یہی سلب طاقت، جلد مرنیکا باعث ہوجاتی ہے

یہی وجہہ ہے کہ شہریون مین بہ نسبت دیہات کے، موت کی زیادہ واردا تین ہوتی ہین -
اس تمہید کے بعد اب ہم کہتے ہین کہ ممکن ہے کسی خاندان مین صحت و احتیاط متوارث ہو، نسلاً بعد نسلٍ صالح نفوس پیدا ہوتی ہو ایسے خاندان مین کوئی پیدا ہوا ور یوم پیدائش سے اسکی تربیت حکیمانہ روش پر ہو تو وہ ایک زمانہ دراز تک زندہ باسلامت رہ سکتا ہے پھر اس حکیمانہ تربیت و پرورش کے بعد ایک حکیم شخص کا عمدہ دوائین اور مقوی غذائین استعمال کرنا، زیادتی عمر مین مزید تائید دیگا -
معہذا، کوئی زیادہ عمر پاتا ہے کوئی بہت کم دن زندہ رہتا ہے حالانکہ انسان ہونیکی حیثیت سے سب برابر ہین، اسکی کم و بیشی کا یقینی سبب تو معلوم نہین بہرحال جو سبب عمر کے کم ہونیکا ہو، وہ اگر مرتفع ہوجائے تو انسان کی عمر کا بڑہنا مشکل نہین -
ایسی حالت مین ممکن ہے کہ کسی انسان کامل پر یہ راز منکشف ہوجائے اور جس حد تک وہ چاہے اپنی عمر کو بڑہالے لیکن قیامت سے آگے نہین کیونکہ واقعہ قیامت دنیا اور دنیا والون مین سے کسی مخلوق کو باقی نہین چھوڑیگا -
حضرت خضر کا نبی ہونا مختلف فیہ ہے - مگر ولی کامل ہونا متفق علیہ ہے تو جب ہم اللہ تعالے کے وجود، اور اسکے قادر مطلق ہونے کے قائل ہین - خضر کا ولی مرشد ہونا تسلیم کرتے ہین یہ بھی مانتے ہین کہ ایسے نفوس قدوسیہ پر انکشافات ہوتے ہین - ان کو مخفی اسرار پر اطلاع ہوتی ہے تو کچھہ عجب نہین اگر بعض مصالح سے جن کا ذکر انشاء اللہ تعالے آئندہ آئیگا - حضرت خضر کو حیات جاوید کا تمغہ دیا گیا ہو - البتہ یہہ بات کہ درحقیقت وہ زندہ ہین یا نہین، اس کے لئے صفحہ اللہ او مفصل بحث ملاحظہ کرو -
تفسیر بیضاوی وغیرہ مین مرقوم ہے کہ خضر عم حضرت موسیٰ عم کے زمانہ تک

بہ قید حیات تھے اور اس تحریر سے اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ خضر موسیٰ ع کے
بعد نہین رہے۔

بہر حال آفریدون بن اثنیان بادشاہ عجم، ذوالقرنین اور حضرت موسیٰ ع
کے زمانون مین تو خضر ع کا زندہ رہنا بخوبی ثابت ہے۔ اب بحث اس مین
ہے کہ ہمارے رسول اللہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین
اور بعد آپ کے اور الآن اسوقت خضر کا وجود دنیا مین ہے یا نہین؟ حصن
حصین مین مستدرک حاکم سے نقل کر کے لکہا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کے وفات بعد ایک مرد جسیم آیا جسکی داڑہی بالکل سپید تہی۔ وہ صحابہ کے
نزدیک بیٹھکر رویا اور رسول کریم صلی اللہ وسلم کی تعزیت کر کے چلا گیا۔
اس کے چلے جانیکے بعد جناب ابو بکر صدیق اور عمر فاروق نے فرمایا کہ
یہہ خضر علیہ السلام تہے امام سیوطی نے جمع الجوامع مین ابن عساکر سے نقل
کیا ہے کہ ایک روز حضرت عمر کسی شخص کے جنازہ پر نماز پڑہنے کو تھے،
یکایک غیب سے آواز آئی کہ جلدی نہ کرو خدا تم پر رحمت کرے۔ حضرت
عمر آواز سنکر ٹہیر گئے یہان تک کہ ایک مرد آکر صف مین ملگیا۔ نماز ختم ہونے
کے بعد اسنے کہا، خداوندا! اگر تو اس مردہ پر عذاب کرے تو وہ گنہگار ہے
اور بخشدے تو تیری رحمت کا محتاج و امیدوار ہے۔

جب مردہ دفن ہو چکا تو وہ پہر بولا، خوشخبری ہو تجھکو اے صاحب قبر! اگر
تو خازن و ظالم نہین تہا حضرت عمر نے فرمایا، پکڑو اس شخص کو تا ہم اسکی
نماز اور کلام کے بارہ مین سوال کرین اور پوچہین کہ وہ کون ہے؟ حضرت عمر
کا یہہ کہنا تہا کہ وہ مرد دفعتہً غائب ہو گیا اور اس کے غائب ہو جانیکے بعد
آپنے فرمایا خدا کی قسم! یہی خضر تہے جن کی خبر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے دی تہی۔

محمد بن المنکدر راوی حدیث کا بیان ہے کہ اس مرد کے چلے جانے کے

بعد جو ہم نے غور کیا تو اس کے قدم کا نشان ایک ہاتھ سے زیادہ تھا۔

مین کہتا ہون

کہ عقل اس حدیث کی صحت کو باور نہین کرتی جیسا کہ خود الفاظ حدیث سے ظاہر ہے اولاً۔ تو جب حضرت عمر واقف تھے کہ آنیوالا مرد خضر ہے تو کیون فرمایا کہ اس شخص کو پکڑو تا ہم دریافت کرین کہ وہ کون ہے ؟

دوسرے یہ کہ اگر وہ آنیوالا حضرت خضر علیہ السلام ہوتے تو جناب عمر ایسا اہانت آمیز جملہ کبھی نہ فرماتے کہ "پکڑو اس شخص کو" کیونکہ ایسے جملے ادنی درجہ کے لوگون کے واسطے استعمال کئے جاتے ہین، حضرت خضر جیسے عارف باللہ کی شان کو ہرگز زیبا نہ تھے۔

ہم تو ایسا سمجھتے ہین کہ وہ کوئی جنگلی بدوی تھا، غیب سے آواز آنیکا یہہ مطلب ہے کہ اسکی آواز یکایک سنائی پڑی اور وہ ناگہان آگیا۔ وہ غیر متعارف شخص تھا، اور جب حضرت عمر نے فرمایا کہ اس شخص کو پکڑو تا اس کی گفتگو کے بارہ مین سوال کرین ؟ تو وہ حضرت عمر کی آتش مزاجی سے ڈر کر بھاگا کہ شاید مین نے کوئی نامشروع بات کہی۔

تشحیذ الشریعۃ مین رباح بن عبیدہ سے مروی ہے کہ ایک روز مین نے ایک مرد کو دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز کے شانہ پر تکیہ لگائے کھڑا ہے مین نے اپنے دل مین سمجھا، یہ عجیب طرح کا آدمی ہے جو یون کھڑا ہے۔ جب وہ چلا گیا مین نے عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا کہ یہ کون صاحب تھے جو آپ کے شانہ پر تکیہ کئے کھڑے تھے۔ انہون نے حیرت زدہ ہوکر پوچھا کہ اے رباح کیا تم نے اس شخص کو دیکھ لیا، مین نے کہا ہان، انہون نے کہا سچ ہے یہہ میرے بھائی خضر تھے۔

مین کہتا ہون

کہ اولاً۔ تو محدثین نے اس حدیث کی تصنیف کی ہے۔ علامہ ابن جوزی نے

لکھا ہے کہ خضر کے باب میں جتنی حدیثیں اور آثار ہیں، یہہ اُن میں سے سب سے زیادہ صحیح ہے (جب صحیح حدیث کا یہہ حال ہے تو ضعیف و مشکوک حدیثوں کا کیا پوچھنا؟) رباح کی ثقاہت میں محدثین کو کلام ہے لیکن ابن معین وغیرہ بعض لوگ اس کو معتمد جانتے ہیں۔

دوسرے۔ یہہ کہ رباح بن عبیدہ نے اگر خضر کو دیکھہ لیا تو کون سے اچنبے کی بات تھی جو عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ حیرت زدہ ہو گئے۔

تیسرے۔ یہہ کہ حدیث کے صحیح مان لینے کے بعد بھی اُنکو خضر کا اسوقت زندہ رہنا ثابت نہیں ہوتا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھہ تھے اور جو ہماری اس کتاب کے ہیرو یا موضوع ہیں کیونکہ عمر بن عبد العزیز نے صرف ان کا نام خضر بتایا، تو اس سے خضر موسیٰ کا ہونا کہاں نکلا؟

وہ خضر نامی کوئی شخص رہے ہوں گے جن کو بلحاظ اخوت اسلامی عمر بن عبد العزیز نے بھائی کہا۔

عمر بن عوف سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ وسلم مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے یکایک دیوار کے آڑ سے کسی کے بولنے کی آواز آئی۔ صحابہ باہر دیکھنے گئے کہ کون شخص ہے؟ تو خضر کو کھڑا ہوا دیکھا۔

میں کہتا ہوں کہ اولاً تو یہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے۔

دوسرے یہہ کہ حدیث سے مطلب برآری محال ہے کیونکہ صحابہ نے باہر آکر کسی شخص کو کھڑا دیکھا ہوگا، لیکن یہہ کیسے معلوم کہ وہ خضر علیہ السلام ہی تھے۔ کیونکہ پہلے سے جان پہچان کا ہونا ثابت نہیں نہ حدیث سے معلوم ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حضرت خضر سے انٹروڈیوس کرا آیا ہو۔ نہ دیکھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم نے خود فرمایا کہ ہم نے باہر آکر جناب خضر علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے ملاقات کی۔

حضرت علی رضی سے روایت ہے کہ میں طواف کعبہ میں مصروف تھا،

ناگاہ ایک مرد نظر آیا جو کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے دعا کر رہا تھا جب دعا ختم کر چکا تو بولا قسم اُس خدا کی جس وسنت قدرت میں خضر کی جان ہے۔ جو شخص میری اِس دعا ہر نماز فرض کے بعد پڑھا کرے خدا اسکو ضرور بخشدیگا خضر سے مراد خود اس کی ذات تھی۔

مین کہتا ہون کہ اولاً۔ یہہ کیونکر معلوم کہ دعا کرنیوالے نے خضر سے اپنی ذات ہی کو مراد لیا کیونکہ دل کی بات تو اللہ کو معلوم۔ خود اس نے اپنی مراد بتائی نہین نہ کلام مین کچہہ ایسا اشارہ رکہا، ممکن ہے کہ خضر سے سبزی مراد ہو اور نفس سے نفس نباتی جیسا کہ قرآن مجید مین بہت ایسی چیزون کی قسم کہائی گئی ہے۔ یا اس نے حضرت خضر کی قسم کہائی ہو اور خود کوئی اور رہا ہو۔

ثانیاً۔ اس وجہ سے کہ اگر مان ہی لیا جائے کہ خضر سے اس نے اپنے آپ ہی کو مراد لیا تو اس کا کیا ثبوت دیا جاسکتا ہے کہ وہ دعا کرنے والا خود حضرت خضر صاحب موسیٰ تہے۔ خضر نامی کوئی وہان کا باشندہ رہا ہوگا

ثالثاً۔ اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبین اور تمام انبیاء مرسلین سے افضل تہے لیکن آپ نے کوئی ایسی دعا تعلیم نہین فرمائی جسکے پڑہنے سے کوئی اپنا مغفور ہونا یقین کر سکے۔ حالانکہ ایسی کوئی دعا اگر ہوتی اور خدا کو منظور ہوتا کہ اس کے ایماندار بندے اس دعا سے واقف ہو جائین تو خضر سے زیادہ ہمارے سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اس دعا کے تبانے کے مستحق تہے۔

یہ مذکورہ احادیث و آثار تو اُن لوگون کی دلیلین تہین جو حضرت خضر کی حیات کے قائل ہین۔

اب اُن علماء کی دلیلین جو حیات خضر کے منکر ہین۔

پہلی دلیل۔ قرآن کی وہ آیت ہے جو سورۃ الانبیاء مین سے جہان اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ	اے پیغمبر ہمنے تم سے پہلے کسی بشر کیلئے ہمیشگی نہین دی

مین کہتا ہون کہ اس آیتہ سے حیات خضر کا بطلان نہین ثابت ہوتا
کیونکہ اللہ تعالے نے ہمیشگی کا انکار کیا ہے۔ جو لوگ حیات خضر کے قایل
ہین وہ یہ نہین کہتے کہ حضرت خضر ہمیشہ زندہ رہینگے کیونکہ ہمیشگی اور دوامی
بقا تو سوائے اللہ کے کسی کے لئے نہین ہے۔
وہ صرف یہ کہتے ہین کہ خضرع زندہ ہین اور جب تک اللہ کی مرضی ہوگی
زندہ رہینگے۔ مگر جمہور علما و صوفیا کا خیال ہے کہ وہ قیامت تک زندہ رہین گے
دوسری دلیل۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے
جس مین آپ نے فرمایا۔
لَوْ کَانَ الْخَضِرُ حَیًّا لَزَارَنِیْ } یعنے اگر خضر زندہ ہوتے تو ضرور مجھ سے
ملاقات کرتے مگر رسول اللہ صلعم سے خضر کا ملاقات کرنا ثابت نہین اسلئے
متفق ہوا کہ آپ سے پہلے وہ مرچکے تھے۔
مین کہتا ہون کہ عدم حیات خضر کی یہ دلیل صحیح نہین ہے۔ اس لئے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا کہ اگر خضر زندہ ہوتے تو مجھسے
ضرور ملاقات کرتے پیر معترض کو یہ بات کہان سے معلوم ہوئی کہ خضر نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی ملاقات نہین کی۔ ہم کو نہین معلوم کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث کب ارشاد فرمائی۔ بہت
ممکن ہے کہ آپ نے اوائل زمانہ مین ایسا فرمایا ہو اور اس کے بعد حضرت
خضر آپکی ملاقات سے شرف اندوز ہوے ہون۔
اب معترض پوچھیگا کہ اگر ملاقات نکرنا ثابت نہین تو کرنا ہی تو ثابت
نہین ہے بلاشک ہم یہ کب کہتے ہین کہ ملاقات کرنا ثابت ہے۔ ہم تو امکان
کا پہلو ثابت کرکے اتنا کہتے ہین کہ حدیث مذکورہ سے عدم حیات خضر کا استنباط
غلط ہے اور وہ ثابت ہے اگر حضرت خضر زندہ رہے ہون اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور آپ نے اس ملاقات کا ذکر

نہ کیا ہو تو نہ اس مین کوئی جرح ہے نہ اس سے حیات خضر کا بطلان لازم آتا
ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہین کہ حیات خضر کا علم ہم کو نہین ہے، مگر ہمارے لاعلم ہونے
سے حیات باطل نہین ہو گی -

یہہ بہی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خضر علیہ السلام کی
ملاقات اس قسم کی ملاقات ہو گی جس طرح بڑے چہوٹے دو مرشد آپس مین
ملتے ہین اور ایسی ملاقاتین راز و نیاز کی مخفی ہوا کرتی ہین - جن کا اظہار ہر
کس و نا کس پر ضروری نہین ہے پس کوئی تعجب نہین کہ خضر عم نے جناب
سرور کائنات سے ملاقات کی ہو اور آپ نے اُسکا اعلان کسی مصلحت
سے جایز نہ جانا ہو -

ابن عدی، طبرانی اور ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ایک روز،
رسول اللہ صلے اللہ وسلم نے خضر کی دعا سنی تو ان کو بلا بہیجا -

اس حدیث سے خضر کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا
معلوم ہوتا ہے اور شاید کہ یہ حدیث، حدیث مذکورہ بالا سے متاخر ہے
مگر علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے اس حدیث کو موضوع لکہا ہے
اور اس مین بہت سے مجاہیل ثابت کئے ہین -

کتاب فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں "لو کان الخضر حیاً"
والی حدیث کو موضوع اور من قبیل الاباطیل لکھا ہے پس اس بنا پر دلیل ہی
باقی نہین رہتی -

تیسری دلیل - وہ حدیث ہے جس کو مسلم اور ترمذی نے ابو زبیر رض
سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ
آج (روے زمین پر) زندہ ہین ان مین سے کوئی شخص سو برس تک زندہ نہ رہیگا
چوتہی دلیل - وہ حدیث ہے جسکو بخاری نے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر عمر شریف مین فرمایا کہ اس وقت

جتنے جاندار روے زمین پر ہین ہیہ اوپر ان مین سے کوئی زندہ نہ رہیگا
پس زمانہ رسول اللہ صلے اللہ وسلم مین وجود حیات مان بہی لیا جاے
توضرور ہے کہ سوبرس کے اندر مر گئے ہون مین پیشنگوئی کی
گئی ہے اور یہ حدیث شریف ہین ثبوت ہے اور اس بات پر کہ الآن دنیا
مین خضرؑ کا وجود نہین ہے نہ وہ زندہ ہین جیسا مشہور ہے۔

حدیث پر لطیفہ

۱۳۰۸ھ حیدرآباد دکن کا واقعہ ہے۔

جناب مولوی عبدالوہاب صاحب فقیہ حنفی سید نورالدین شاہ صاحب
مرحوم قمیصی قادری کی خانقاہ مین عربی کے مدرس اعلی تھے۔ فقہ مین انکو
اچہا درک تہا اور پڑہانے کو تو ہر فن کی کتابین نہایت خوبی سے پڑہاتے
تہے۔ مولوی صاحب ممدوح کی درسگاہ مین مین بہی حاضر ہوا حدیث کا
درس ہو رہا تہا۔ جب درس ختم ہوچکا، ادہر ادہر کی باتین ہونے لگین
اثناء گفتگو مین حیات خضر کی بحث آپڑی۔ مین نے عرض کیا کہ خضر کا زندہ
رہنا ثابت نہین ہوتا مولوی الیہ نے غضبناک ہوکر فرمایا، یہ کیا جہک مارتے
ہو؟ حیات خضر سے انکار کرنا جہالت ہے کیونکہ آثار صحابہؓ اور
اقوال بزرگان سلف رحمہم اللہ سے ان کا زندہ رہنا اور آڑے وقتون
مین لوگون کی مدد کرنا بخوبی پایۂ ثبوت کو پہونچا ہے۔ مین نے عرض کیا کہ
آثار صحابہ اور بزرگان سلف کے اقوال سے شاید ثابت ہوئے مجہے ان سے
کوئی غرض نہین لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک تو
صریح حیات خضر کا بطلان کر رہی ہے۔ مولوی صاحب ممدوح نے گہبرا
کر پوچہا وہ کونسی حدیث ہے؟ مین نے صحیح بخاری کی یہی حدیث مذکور
پڑہ سنائی اور عرض کیا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین
بہی خضر کا وجود مسلم ہو (حالانکہ ایسا نہین ہے) تو بعد آپ کے سوبرس کے

اندر ان کا مرجانا یقینی ہے۔
مولوی صاحب یہہ حدیث سنکر چپ ہو گئے۔ دیر تک ساکت رہے اور پھر جواب دیا کہ اس حدیث سے خضر کی حیات کا انکار لازم نہین آتا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان جانداروں کے بارہ مین سو برس کے اندر مرجانے کی پیشین گوئی فرمائی تہی جو روے زمین پر یعنی خشکی پر ہین پس ممکن ہے کہ جسوقت آپ نے پیشین گوئی فرمائی ہو حضرت خضر زمین پر نہ رہتے ہون بلکہ پانی مین رہتے ہون یا کرہ ہوا پر رہتے ہون منکرین حیات خضر جو اس حدیث سے استدلال کرتے ہون ان کو یہی جواب ملا علی قاری حنفی نے اپنے رسالہ خضر مین دیا ہے۔

ہم کہتے ہین کہ

اگر خضر علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس پیشین گوئی فرماتے وقت پانی پر رہتے ہون تو وہ مستثنیٰ نہین ہو سکتے کیونکہ "ارض" کا اطلاق خشکی و تری دونون پر ہے اور ارض سے مراد ہمیشہ کرہ ارض ہوتا ہے۔ اور ظاہر کہ پانی و سمندر سب علی وجہ الارض ہین۔ لیکن اس کے جواب مین یہہ کہا جاسکتا ہے کہ :-

پہلا جواب حدیث شریف مین "علی وجہ الارض" کے الفاظ ہین یعنی جتنے جاندار اسوقت زمین پر یا روے زمین پر ہین ان مین سے کوئی سو برس کے اوپر زندہ نہ رہے گا پس وہ حیوانات اس پیشین گوئی سے مستثنےٰ ہو گئے جو زمین کے اندر ہون یا تو دریا مین رہتے ہون "روے زمین پر" اور "زمین کے اندر" ان دونون مین بہت فرق ہے پس ممکن ہے کہ اسوقت حضرت خضر علیہ السلام پہاڑ کے کسی عمیق غار کے اندر یا سرد آب مین رہتے ہون یا کسی ذریعہ سے پانی اور سمندر کے تحت مین چلے گئے ہون اور ایسی حالت مین ان پر اور ان کی حالت جیسے اور دوسرے حیوانات پر اس پیشینگوئی

کا کوئی اثر نہین پڑ سکتا۔
دوسرا جواب :۔ ہم کسی کے ہنسنے سے خوف نہین کرتے نہ کسی پکے مسلمان کا یہ کام ہے کہ وہ چند بے اٹکل لوگون کے ہوائی خیالات سے متاثر ہوکر یا لامذہبون کے استہزا کے خوف سے اپنا عقیدہ بدل لے یا ناجائز شرم مین آکر اپنے برحق عقاید کو چھپاتا پھرے۔
ہم اہل اسلام کے فن عقاید مین معجزہ اور کرامت کا برحق ہونا مثل بدیہیات کے مسلم ہوچکا ہے۔ معجزہ وہ خلاف عادت امر ہے جو کسی نبی کی ذات سے سرزد ہو یا اسکے ہاتھہ پر بلا کسی ظاہری سبب کے واقع ہو اور اس کا وقوع تحدی اور دعوے نبوت کے بعد ہو مثلاً حضرت موسیٰ کے عصا مارنے سے دریا کا پھٹ جانا یا حضرت عیسیٰ کا مادرزاد اندہے کو بینا کر دینا یا حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے اشارہ انگشت سے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اور کرامت وہ خلاف عادت امر ہے جو کسی ولی عارف عابد کے ہاتھہ واقع ہو اور اس کا سبب ظاہر مین کچھہ نہ ہو اور کرامت مین تحدی نہین ہوتی۔ معجزہ اور کرامت بلا کسی سبب کے محض قدرت آلہی اور مشیت ایزدی سے یکایک واقع ہو جاتے ہین۔ تم مشیت آلہی کو اعجاز و کرامت کی علت سمجھہ لو۔ اگر معترض کہے کہ خلاف قانون قدرت کوئی امر بلا کسی سبب کے عالم اسباب مین ظہور پذیر نہین ہو سکتا تو یہ نری بیوقوفی ہے۔
اولاً۔ تو قوانین قدرت خود مرتب نہین ہین۔ معترض نے تو اعتراض کر دیا کہ فلان امر قانون قدرت کے خلاف ہے مگر اس نے نہین بتایا کہ قوانین قدرت کیا ہین اور کس قدر ہین؟ مگر وہ نہین بتا سکتا اور ہرگز نہین بتا سکتا اور ظاہر ہے کہ جب قانون قدرت ہی پر واقفیت نہین ہے تو کسی امر کو خلاف قانون قدرت کیونکر کہا جا سکتا ہے۔
ثانیاً۔ اسوجہہ سے کہ ہر امر کی ایک علت ہوتی ہے مگر یہ ضروری نہین ہے

کہ ہر امر کی علت ہماری سمجھہ مین ہی آجاے اور جسکی علت سمجھہ مین نہ آے اسکو خلاف قدرت کہدین۔

ثالثاً۔ اس وجہ سے کہ ہم اللہ کو واجب اور قادر مطلق مانتے ہین اور معجزہ اور کرامت کو جسکا سبب آج تک کوئی جان سکا نہ آئندہ اس کا راز کہلنے کی امید ہے، برحق اور صحیح مانکر مشیت ایزدی کو اسکا سبب گردانتے ہین

اتنی تمہید کے بعد اب ہم کہتے ہین کہ جسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ممکن ہے کہ حضرت خضر روے ہوا پر ہون اور ایسا ہونا کچہ بعید از قیاس نہین ہے جب کہ ہم فی زمانہ ایسی سواریان ایجاد ہوتے دیکہہ رہے ہین اور اس سے بہتر ایجاد ہونیکی کوشش جاری پاتے ہین۔

محدثین نے اکثر ان احادیث کو کلیۃً ضعیف و نامعتبر جانا ہے۔ جو حیات خضر و الیاس کے بارہ مین وارد ہوئی ہین چنانچہ امام لغت علامہ مجدالدین فیروزآبادی اپنی کتاب سفر السعادت کے خاتمہ مین لکہتے ہین "در باب عمر خضر و الیاس و بقاے ایشان حدیثے صحیح نہ شدہ"، اور انہین امام فیروزآبادی کے ہم زبان امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری۔ ابراہیم عربی۔ ابن مناوی ابن مبارک اور امام ابن جوزی علیہم الرحمۃ و رضوان ہین۔ یہ سب بزرگان ملت متفق ہین۔ کہ حیات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے مرچکے تہے ان چند علمائے کرام کے علاوہ جمہور علمائے حدیث" اور صوفیہ کرام خضر کی حیات کے قائل ہین اور ان کا صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ قیامت تک زندہ رہین گے۔

ربیع الابرار مین لکہا ہے انبیا مین چار نبی بہ قید حیات ہین حضرت ادریس اور حضرت عیسےٰ آسمان پر اور خضر و الیاس علیہم السلام زمین پر۔ ان دو مین حضرت الیاس خشکی پر متعین ہین اور خضر پانی پر ہر رات مین سد سکندری پر آکر دونون جمع ہوتے ہین۔ ہر سال حج کرتے ہین۔

بتقضائے محل پر نظر کر کے ہم چاہتے ہین کہ لگے ہاتھون بقیہ تین پیغمبرون کی حیات مع الجسد سے ہی ایک مختصر مگر مکمل بحث کرتے چلین۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام

آپ کا نام عیسٰی ہے۔ مسیح خطاب اور لقب نبوت روح اللہ ہے۔ آپ مریم بنت عمران کے پیٹ سے بلا باپ کے پیدا ہوتے۔ جیساکہ سورہ مریم وغیرہ مین درج ہے۔ اسکی مجمل کیفیت یہہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام جب مان کے پیٹ مین تہین۔ انہون نے نظر مانی کہ میرے پیٹ سے جو اولاد ہوگی اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دون گی کیونکہ بیت المقدس کی خدمت ان کے خاندان مین متوارث تہی۔ حضرت مریم کی مان حنّہ تو سمجہی تہین بیٹا پیدا ہوگا اور پیدا ہوئین مریم تو وہ بڑے شش و پنج مین پڑگئین کہ کہ مرد کی طرح بیٹی ذات بیت المقدس کی خدمت کیونکر انجام دے سکیگی مگر نذر مان چکی تہین، چار و نا چار ایفاے وعدہ کرنا ہی پڑا۔

جب حضرت مریم بڑی ہوئین انکو بیت المقدس مین حوالہ کر دیا گیا حضرت ذکریا علیہ السلام جو ان کے خالو تہے، ان کے کفیل و نگراںکار ہوے۔

سیانی ہونے کے بعد ایک روز وہ بیت المقدس کے مشرقی مکان کے ایک گوشہ مین تنہا بیٹھی عبادت کر رہی تہین کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جوان، مرد کی صورت مین متمثل ہوکر انکے سامنے جا کھڑے ہوتے۔ حضرت مریم مرد کو سامنے کہڑا دیکہکر ڈرگئین، اور کہنے لگین کہ مرد خدا! اگر تو بہلا آدمی ہے تو میرے روبرو سے ہٹ جا۔ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا ڈرو نہین مین جبرئیل فرشتہ تمہارے پروردگار کا بہیجا ہوا آیا ہون کہ تم کو ایک اچہا سا بیٹا دون۔ مریم گہبرا کر بولین کہ بہلا میرے ہان بیٹا کیونکر پیدا ہوگا۔ مجہکو تو نہ کسی مرد نے ہاتہہ تک لگایا نہ مین خود بے حیائی کے نزدیک پہٹکی۔ جبرئیل ع نے فرمایا۔ اللہ تعالے پر سب کچہہ آسان ہے وہ چاہتا ہے کہ تمہارے

پیٹ سے بلا شوہر کے بیٹا پیدا کرے اور اوس فرزند کو دنیا مین اپنی قدرت کی نشانی بناسے۔

اس تقریر کے بعد حضرت جبرئیل ع نے مریم ع کے گریبان مین پھونکد یا اور انکو حضرت مسیح عیسےؑ کا حمل رہ گیا۔ جب مدت حمل منقضی ہو چکی تو حضرت مریم اپنی بدنامی کے ڈر اور شرم سے گھبرائین اور بستی کے باہر میدان مین چلی گئین ایک درخت خرما کے نیچے ان کو درد زہ شروع ہوا۔ خوف بدنامی و شرم پر درد بھی مستزاد ہوا تو درگاہ آلہی مین آہ و واویلا کرنے لگین۔

حضرت مریم کو تسلی دی گئی کہ غم نہ کرو۔ اللہ نے تمہارے نیچے پانی کا خوش گوار چشمہ جاری کیا ہے درخت مین تازے خرمے لگے ہوئے ہین۔ بھوک مین خرمے کہا۔ پیاس کے وقت خوش گوار پانی پیوا اور بچے سے آنکھین ٹھنڈی کرو، پھر اگر کسی سے ملاقات ہو تو کہدو کہ مین نذر کا روزہ ہون۔ کسی سے بات نہین کرسکتی۔

غرض اسی درخت خرما کے نیچے جناب مسیح علیہ السلام پیدا ہوے۔ حضرت مریم ع ان کو لیکر اپنی قوم مین آئین۔ قوم والون نے جو یہ عجیب و غریب ماجرا دیکھا، طیش و غضب مین آکر مریم ع سے بولے کہ تو یہ لڑکا کہان سے لائی تیرا باپ تو بدکار نہ تہا نہ تیری مان ہی چلین تھی۔ حضرت مریم ع نے مسیح علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچہو۔ ان لوگون نے اذ تحیر ہو کر کہا بھلا ہم شیرخوار بچہ سے کیا پوچہین جو ابھی گہوارہ مین کہیل رہا ہے اور وہ ہم سے کیونکر بات کرسکتا ہے۔ شیرخوار بچہ بھی کہین بولا کرتا ہے۔

اسپر یکا یک حضرت عیسے گہوارہ مین کہیلتے ہوے بولے کہ ہان، مین خدا کا بندہ ہون مجھکو خدا نے کتاب دی ہے، میری ذات کو لوگون کے لئے موجب برکت گردانا ہے مجھکو نبی و رسول کرکے دنیا مین بہیجا ہے۔ نماز و روزہ کا حکم دیا ہے اور میری مان پاکدامن اور عفیفہ ہے۔

بڑے ہونے پر حضرت عیسے نے تبلیغ احکام آلہی شروع کی اور ایک مدت

اُن کی دشمنی پر کمر بستہ ہو گیا۔ خصوص یہودی تو ان کی جان کے لاگو بن گئے آخر ان سب دشمنون کے ڈر سے وہ پوشیدہ رہنے لگے۔

حضرت عیسیٰؑ کے تابعین صرف بارہ دہوبی تہے جن کو حواریین کہتے ہین ان مین ایک بدبخت یہودا نامی طماع تہا۔ اس نے دشمنون سے سازباز کرکے حضرت عیسیٰؑ کا پتہ بتا دیا اور سب کو لیے ہوا کر عیسیٰؑ کو پکڑنے چلا۔ جس مکان مین حضرت عیسیٰؑ پوشیدہ تہے، یہودا پکڑنے کے لیے اس مین گہسا مگر وہان محبوب حقیقی عیسیٰؑ کا نگہبان تاک مین تہا، حضرت عیسیٰؑ کو زندہ مع الجسد آسمان پر اٹھا لیا گیا اور یہودا کی شکل و صورت حضرت مسیح کی سی ہو گئی۔

جب مسیح اُس کمبخت کو نہ ملے تو وہ گہبراکر باہر نکلا اور باہر والون نے اسی کو مسیح سمجھکر پکڑ لیا۔ وہ ہزار چیختا چلاتا رہا کہ مین مسیح نہین ہون یہودا ہون مگر وہان اب کو سنتا تہا، سب نے اتفاق کرکے یہودا کو پہانسی پر لٹکا دیا۔

احادیث صحیحہ مین وارد ہے کہ قرب قیامت حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اُترینگے شادی کرینگے ان کے لڑکے بالے ہون گے۔ امام مہدی سے ملکر اشاعت اسلام مین کوشش کرین گے۔ کفار کو مغلوب کرینگے اور سات برس زندہ رہ کر پہر انتقال فرمائین گے۔

مباحث

اس مجمل قصہ مین چند مسایل قابل بحث ہین جن کی توضیح و تصریح ضروری معلوم ہوتی ہے

پہلی بحث - حضرت جبرئیل کا آدمی کی شکل مین متشکل ہو کر آنا۔ اور یہ کچھ عجیب امر نہین قرآن اور تمام کتب قدیمہ سے فرشتون کا وجود ثابت ہے اور عقلاً ایسا وجود ممکن ہے اور ایسے ہی وجود کو فلاسفہ ارواح مجردہ کہتے ہین۔

کملا اور اس جیسے بہت کیڑون مکوڑون کو ہم شکل بدلتے دیکھتے ہین اور جب ایسے ادنےٰ ترین مخلوق دوسری شکل مین منتقل ہو جاتے ہین تو فرشتون کا شکل بدلنا کیون عجیب ہے۔

دوسری بحث حضرت عیسےٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا ممکن ہے۔ اس امکان کا ایک ثبوت بدیہی تو اللہ تعالی نے خود قرآن مجید مین دیا ہے کہ ہم نے آدم کو بلا ماں باپ کے اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ وہی مثال حضرت عیسےٰ کی بہی سمجہو تو جو خالق آدم کے بلا ماں باپ پیدا کرنے پر قادر تہا۔ کیا وہ عیسےٰ کو بلا باپ پیدا نہیں کر سکتا بلکہ غور کرو تو حضرت عیسےٰ کی پیدایش سے زیادہ حضرت آدم عم کی پیدایش حیرت انگیز ہے۔

حضرت عیسےٰ کے تو خیر ماں تہی، آدم عم کے تو ماں باپ کوئی بہی نہ تہا۔

اطبا متفق ہین کہ مرد کی منی مین صرف قوت عاقدہ ہے اور عورت کی منی مین قوت عاقدہ و منعقدہ دونوں ہے۔ پس ممکن ہے کہ قوت عاقدہ بلا شوہر کے حمل رہ جانیکا سبب ہوگئی ہو۔ انسان سے گذر کر ہم دیکہتے ہین کہ بعض مرغیان بلا مرغ کے جفتی کہاے انڈے دینے لگتی ہین۔ جن کو خاکی انڈے کہتے ہین۔ پس کیا تعجب ہے اگر اسی طرح ہیجان خواہش مین مریم عم کو آپ سے آپ حمل رہ گیا ہو۔ البتہ ایسا کبہی ہوا نہین مگر کبہی نہ ہونا نہ ہو سکنے کا مستلزم نہین ہے۔

تیسری بحث حضرت عیسےٰ کا بچپن مین بولنا۔ یہہ انکی نبوت کی دلیل اور معجزہ ہے اور بچپن مین بولنا خلاف عادت ہے خلاف عقل نہین ہے۔

چوتہی بحث۔ حضرت عیسیٰ عم کا آسمان پر زندہ مع الجسد چلا جانا۔ اس مین کوئی استبعاد نہین ہے۔ یورپ مین ریل فی گہنٹہ ساٹہہ میل کی مسافت طے کرتی ہے امریکہ مین ہوائی جہاز ایجاد ہو رہا ہے پس ممکن ہے کہ ان پیغمبر علیہ السلام ایسے کسی ذریعہ سے اوپر کو صعود فرما گئے ہون۔ ہم اس ذریعہ کو فرشتہ کہتے ہین۔ کہ وہ لطیف و قوی جسم اپنے پرون پر اٹہا کر انکو آسمان پر لے گیا۔

پانچوین بحث۔ حضرت عیسیٰ عم کا قیامت تک زندہ رہنا۔ اور اس امر کو ہم بارہا لکہہ چکے ہین کہ طول حیات کوئی امر حیرت انگیز خلاف عادت نہین ہے کوئی پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ مین ہی مر جاتا ہے۔ کوئی بچہ پیدا ہو کر

مرتا ہے۔ کوئی تھوڑے دنون دنیا کی ہوا کھا کر والدین کو روتا چھوڑ جاتا ہے۔ کوئی نوجوانی مین دنیا کو خیرباد کہتا ہے، کوئی بالکل جوان ہوکر مرتا ہے۔ کوئی ادھیڑ ہوکر اولاد کو اپنے ماتم مین الوداع کہتا ہے، کوئی بوڑھا ہوکر سدھارتا ہے۔ پھر بڑھاپے مین کوئی پچاس سال کا، کوئی ساٹھہ برس کا، کوئی ستر برس کا، کوئی اسی برس کا، کوئی نوے برس کا، اور کوئی سو برس کا ہوکر راہی عدم ہوتا ہے۔

تاریخون مین بہت سے لوگون کا دو دو سو اور ہزار ہزار برس کی عمرین مرنا، مروی و ثابت ہے۔ پس عقل تجویز کرتی ہے کہ اس تناسب و تسلسل کے لحاظ سے ترقی کرتا ہوا، کوئی قیام عالم تک زندہ رہے اور قریبا قرن صحت جسم و حواس کے ساتھہ نہ مرے تو قرین عقل و قیاس ہے۔ اس عقلی و امکانی دلیل کے علاوہ ہم قرآن و حدیث سے وقوع کا ثبوت بھی دیتے ہین۔

قرآن مجید کی سورۃ النسا مین فرمایا گیا ہے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

اور (حقیقت مین) نہ تو انہون نے عیسیٰؑ کو قتل کیا اور نہ اونکو سولی چڑھایا مگر ان کو ایسا ہی معلوم ہوا (کہ ہم عیسےٰؑ کو سولی دیرہے ہین) اور جو لوگ اس بارہ مین اختلاف کرتے ہین تو وہ اس معاملہ مین شک مین پڑے ہین۔ انکو اس کی واقعی خبر تو ہے نہین مگر صرف اٹکل کے پیچھے دوڑے چلے جارہے اور یقیناً عیسےٰؑ کو لوگون نے قتل نہین کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے اور جتنے اہل کتاب ہین ضرور ان کے مرنے سے پہلے سب کے سب اُن پر (مسلمانون کا سا) ایمان لائینگے۔

فائدہ

آیۃ کریمہ سے کئی باتین ثابت ہوتی ہین۔

اول یہ کہ یہود و نصاریٰ کا خیال و عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح کو انکے دشمنون یعنے یہود نے سولی چڑہا دیا یا قتل کر دیا حالانکہ محض غلط ہے، نہ ان کو سولی پر چڑہایا گیا نہ انہین کوئی قتل ہی کر سکا۔

دوسرے یہود کو ایسا ہی معلوم ہوا کہ انہون نے عیسےٰؑ کو سولی پر چڑہا دیا اس لئے کہ دشمن مسیح علیہ السلام یہودا کی شکل و صورت بالکل انہین کی سی ہوگئی تہی اور انہین کو عیسےٰؑ سمجہکر سولی دی گئی۔

تیسرے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم نے عیسیٰؑ کو اپنی طرف اٹہالیا۔ اتنا کہنے سے زندہ مع الجسد آسمان پر اٹہایا جانا ثابت نہین ہوتا اس لئے بعد کو یون تفصیل کردی کہ جتنے اہل کتاب ہین وہ مسیح کے مرنے سے پہلے ضرور ان پر ایمان لائینگے۔ اس سے مصرح ہوگیا کہ جناب مسیح ابہی مرے نہین ہین، وہ زندہ مع الجسد آسمان پر موجود ہین۔ پہر دنیا مین نزول فرمائینگے اور انکے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائینگے۔

حدیث شریف مین اسی آیۃ کی تفسیر یون کیگئی ہے۔

حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا یَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَعِیْدَ ابْنَ الْمُسَیَّبِ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَنْزِلَ

کہا بخاری نے کہ ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا انہون نے کہا ہم کو یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی انہون نے کہا ہم سے میرے باپ نے انہون نے صالح بن کیسان سے انہون نے ابن شہاب سے انہون نے سعید بن مسیب سے انہون نے ابو ہریرہ سے سنا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتہہ مین میری جان ہے، وہ زمانہ قریب

فَيَكُمَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَ يَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ	مریم ع کے بیٹے عیسےٰ تم لوگون مین حاکم عادل ہوکر اُتر ین گے پھر وہ صلیب (دار سول) کو توڑ کر پھینکدین گے (تثلیث کو باطل کرین گے) سُور کو مار ڈالین گے جزیہ موقوف کر دینگے (یا مسلمان ہو یا قتل ہو) اسوقت روپیہ بہت پھیل پڑے گا کوئی نہ لے گا ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا ابوہریرہ یہ حدیث روایت کر کے کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو (سورہ نساء کی) یہہ آیتہ پڑہو جو اس حدیث کی موید ہے کہ) کوئی کتاب والا ایسا نہ ہوگا جو عیسےٰ ع کے مرنے سے پہلے اُنپر ایمان لائے

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام انبیائے اولوالعزم مین سے ہین۔ مگر صاحب کتاب تھے۔ یا نہین اس مین اختلاف ہے۔ کہتے ہین کہ کتابت کی ایجاد انہین سے ہوئی اور کثرت درس و مدارست کیوجہ سے ان کا لقب ادریس ہوا۔ حضرت ادریس کا شمار حکماء مین بھی کیا گیا ہے۔ وہ علم ہیات کے بڑے ماہر تھے آپ کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ اسی دنیاوی جسد کے ساتھہ زندہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے اور وہ تاقیامت آسمان پر ہی رہینگے۔

قرآن مجید مین سورہ مریم مین جو فرمایا گیا ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا	اور قرآن مین ادریس کا مذکور بھی کرو کہ وہ بڑے سچے (بندے اور) پیغمبر تھے اور ہم نے اُن کو اٹھا کر بڑی اونچی جگہ مین داخل کیا ہے۔

اس سے بعض عالمون نے استدلال کیا ہے کہ حضرت ادریس ع آسمان پر

اپنے جسد کے ساتھہ زندہ ہین جیسا کہ حضرت مسیح ع کے باب مین کہتے ہین -
لیکن درحقیقت اس آیتہ سے حضرت ادریس ع کا مع الجسد آسمان پر اٹھایا جانا
اور وہان زندہ رہنا ثابت نہین ہوتا وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا کے لفظی معنی یہ
ہین کہ ہم نے ادریس ع کو اونچی جگہ پر اٹھا لیا تو اس سے آسمان پر دنیاوی
جسد کے ساتھہ اٹھایا جانا کہان سے نکلا؟ یون تو مردہ کو بھی بولا جاتا ہے
جیسا کہ اردو مین بھی مستعمل محاورہ ہے مثلاً کوئی مرگیا تو کہتے ہین کہ فلان شخص
کو اللہ نے دنیا سے اٹھا لیا یا فلان بزرگ دنیا سے اٹھہ گئے - حالانکہ اس
کہنے کا یہ مطلب نہین سمجھا جاتا کہ وہ جسد سمیت آسمان پر چلا گیا - آیتہ مین
مَكَانًا عَلِيًّا سے حضرت ادریس ع کا علو مرتبت مراد ہے یعنی ہم نے انکا
مرتبہ اور درجہ بلند کیا کہ وہ نبی تھے اور ان کو بہشت مین جگہ دی - پس
آیتہ کے الفاظ سے یہہ نہین مفہوم ہو سکتا کہ خدا نے زندہ جسم سمیت چوتھے
یا ساتوین آسمان پر اوٹھا کر بٹھلا دیا جیسا کہ جمہور علمائے اسلام کی رائے
ہمارے مطابق ہے - حدیثین جو حضرت ادریس ع کی حیات کے بارہ مین
مروی ہین وہ سب موضوع و غلط ہین جیسا کہ خضر کے بحث مین گذر چکا اور
اسی پر علمائے اہل تحقیق کا اتفاق ہے -

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس ع جیسا کہ قرآن مجید مین مصرح ہے انبیائے مرسلین سے ہین
بعض مورخین نے لکھا ہے کہ خضر اور الیاس ع ایک ہی شخص ہین - بخاری
نے عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن العباس علیہما السلام سے نقل کیا ہے کہ الیاس
اور ادریس ع ایک ہی شخص ہین -
حضرت الیاس کے باپ کا نام بقول بعض یاسین ہے - بعض نے انہین
اولاد ہارون سے بتایا ہے - بعض نے فقط سام بن نوح کی اولاد سے

لکہا ہے اور بعضون نے بتایا ہے کہ حضرت الیاس حضرت خضر ع کے دادا کی چچا تہے
امام سیوطی نے ابن عساکر سے بحدیث واثلہ بن الاسقع روایت کی ہے کہ
ہم جنگ تبوک مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب تہے۔ جاتی
جاتے بلاد خدام مین ایک ایسی جگہ پہونچے جہان پانی نہین تہا۔ ناگاہ ہم کو
اپنے آگے بارش کے آثار دکہائی دئے آگے بڑہتے ہوے ایک تالاب
کے نزدیک پہونچے۔ یہین پانی پیا۔ تہوڑی دیر آرام لیکر آگے چلے دو
گہڑی رات گذری ہوگی کہ ہمارے کانون مین آواز آئی جیسے کوئی مناجات
کررہا ہو غور سے کان لگا کر سنا تو یہہ الفاظ سنائی دیتے "اے پروردگار
مجھکو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ مین کر" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے حذیفہ اور انس رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جاکر دیکہو یہہ کیسی آواز ہے؟
اور آواز دینے والا کون ہے؟

حذیفہ اور انس رض کا بیان ہے کہ پہر ہم لوگ دریافت حال کے لئے نکلے
تہوڑے فاصلہ پر ایک مرد کو دیکہا جس کے بدن پر برف سے زیادہ سپید کپڑے
تہے منہ اور بال ایک رنگ سپید اور قد اس کا ہمارے قدون سے تین
حصہ اونچا تہا۔

ہم لوگون نے نزدیک پہونچکر سلام کیا۔ اس نے جواب دیکر کہا مرحبا
کیا تم لوگ رسول مکی کے قاصد ہو؟ ہم نے کہا ہان! اور آپ کون ہین؟
اس نے کہا مین الیاس پیغمبر ہون، مکہ معظمہ کے قصد سے نکلا ہون۔ جب
تمہارے لشکر کے پاس پہونچا، الگ فرشتون کا ایک لشکر نظر آیا، جبرئیل ع
و میکائیل علیہما السلام جو لشکر ملائکہ کے افسر ہین مجہہ سے فرمایا کہ اسی لشکر مین
تمہارے بہائی محمد عربی ہین صلے اللہ علیہ وسلم۔ جاؤ ان سے ملو اور ان
کو سلام کرو یہہ کہکر حضرت الیاس نے حذیفہ و انس سے فرمایا کہ تم لوگ
لوٹ جاؤ۔ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہو اور عرض کرو کہ

مجھے لشکر مین آپ کے پاس آنے مین کوئی امر مانع نہین ہے صرف اس بات کا خوف کرتا ہون کہ لشکر کے اونٹ میرا بڑا قد دیکھکر بدکینگے اور اہل اسلام خوف کھائینگے آپ خود تشریف لائین تو مناسب ہے - حذیفہ کہتے ہین کہ یہہ سنکر ہم لوگون نے حضرت الیاس ع سے مصافحہ کیا اور لوٹ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی - آنحضرت فی الفور تشریف لائے حضرت الیاس ع سے مصافحہ کیا اور معانقہ کیا اور دیر تک تشریف فرما رہے حضرت الیاس ع نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ یا رسول اللہ! مین سال مین ایک روز کہاتا ہون اور باقی سال بہر روزہ رکہتا ہون - آج میرے کہانیکا دن ہے - چاہتا ہون کہ آج آپ کے ساتہہ مل کر کہاؤن -

یہہ گفتگو ختم نہین ہوئی تہی کہ آسمان سے ایک خوان اترا جس مین روٹی اور مچھلی تہی - دونون پیغمبرون نے ملکر کہایا - فارغ ہوکر عصر کی نماز پڑہی پہر حضرت الیاس ع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوے پہر ہم نے دیکہا کہ ابر پر چڑہ کر آسمان کے طرف چلدیئے یہی حدیث تنزیہہ الشریعت مین باختصار کے ساتہہ مذکور رہے اور لکہا ہے کہ الیاس علیہ السلام کا قد تین سو ہاتہہ سے اونچا تہا -

اس حدیث مین بہت سے مجاہیل ہین جو پہچانے نہین جاتے - حاکم نے اس حدیث کو مستدرک مین نقل کرکے لکہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے - علامہ ذہبی نے اس حدیث کی تصحیح مین حاکم کی خوب تجہیل کی ہے اور صاف الفاظ مین لکہدیا ہے کہ ایسی واہی ومفتری حدیث کو صحیح کہتے ہوے حاکم کو شرم نہ آئی ؟ بیہقی نے اسکو ضعیف قرار دیا ہے - قطب حیضری کا مقولہ ہے کہ دل اس حدیث کے موضوع ہونے پر گواہی دیتا ہے اور درحقیقت ہے بہی ایسا ہی کہ حدیث باطل وموضوع ہے جیسا کہ تلخیص مستدرک مین تصریح کی ہے - یزید بن یزید البلوی نے اس حدیث کو افترا کیا ہے -

مشہور ہے کہ خضر و الیاس علیہما السلام ہر سال مدینہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں آکر جمع ہوتے ہیں۔ یہاں سے جدا ہوکر اطراف عالم میں سیاحت کرتے پھرتے ہیں اور آڑے وقتوں میں خلق اللہ کی اعانت و امداد کرتے ہیں۔

زبدۃ الاعمال میں عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضرت خضر کی جاے سکونت بیت المقدس کے باب الرحمہ اور باب الاسباط کے بیچ میں ہے۔ ہر جمعہ کو پانچ مسجدوں میں نماز پڑھتے ہیں مسجد حرام میں مسجد مدینہ میں بیت المقدس میں مسجد قبا میں اور ہر جمعہ کو رات کیوقت مسجد طور کے اندر۔

ان دونوں میں حضرت الیاس خشکی پر اور حضرت خضر پانی پر متعین ہیں ہر رات میں سد ذو القرنین پر آکر یہ دونوں جمع ہوتے ہیں اور ہر سال حج کرتے ہیں کما مر حکایات حضرت شیخ عبد القادر سید محی الدین جیلانی میں خضر کا تذکرہ بہت کیا گیا ہے اور اس طرح کی بہت سی روایات مشایخ طریقت سے مروی ہیں جو خضر و الیاس کے زندہ رہنے پر دلالت کرتی ہیں۔ بڑے بڑے صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالے نے لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت خضر سے ملاقات کی اور ان سے مستفید ہوے۔

ہم ایسے پرہیزگاروں اور اتنے کثیر التعداد اکابر کو جھٹلانے کی جرت نہیں کر سکتے تو جب طول حیات مستبعد نہیں ہے۔ ممتد زمانہ اور قرنہا قرن تک انسان کا زندہ رہنا ممکن ہے خضر کا مرنا بالکل غیر متحقق ہے۔ ثقہ اور پرہیزگار صاحب دل۔ لوگوں کی بڑی جماعت حیات خضر کی اقراری ہے اور ان سے اپنی ملاقات کا ہونا بیان کرتی ہے تو کوئی وجہہ نہیں کہ ہم اس کے خلاف روش اختیار کریں۔

ہمارے والد ماجد مولوی ابو الجلال محمد اعظم رحمتہ اللہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ کتب و کلام صوفیہ میں جو اکثر خضر کا مذکور ہوا ہے اور جنہوں نے خضر سے ملاقات کا ہونا اور تعلیم پانا لکھا ہے اس سے مراد رہبر و مرشد کامل ہے۔

اور یہہ ایک اصطلاحی لفظ ہے۔
استاذی مولوی عنایت رسول عباسی چیریاکوٹی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تہے کہ خضر کا ہمیشہ زندہ رہنا اور ان کا پانی پر متعین ہونا جو مشہور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خضر سے مراد پانی کا رب النوع ہے۔

ظلمات اور آبحیات

تفسیر مدارک التنزیل مین لکہا ہے کہ ذوالقرنین نے کہین صحف انبیا مین یہہ دیکہہ لیا کہ سام بن نوح ع کی اولاد مین ایک شخص ہوگا جو آبحیات کی تلاش مین نکلے گا۔ آبحیات کے چشمہ تک پہونچیگا۔ اس چشمہ سے پانی پئے گا اور پہر ہمیشہ زندہ رہے گا۔
کتاب ینابیع مین لکہا ہے کہ ایک بہت بوڑہے، تجربہ کار اور معتمد شخص نے ذوالقرنین سے بیان کیا کہ ہم نے حضرت آدم کی وصیت مین جو انہون نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کو کی تہی یہ دیکہا ہے کہ اللہ تعالی کی وسیع زمین مین ایک مقام ظلمات ہے جہان اندہیرا رہتا ہے اور وہین چشمہ آبحیات ہے جس کا پانی پی لینے سے حیات جاوید ملتی ہے۔ بہر حال جب ذوالقرنین کو آبحیات کے وجود سے اطلاع ہوئی۔ اس نے فوراً سفر کا ساز و سامان کیا۔ اپنے وزیر اور خالہ زاد بہائی حضرت خضر کو ساتہہ لیا اور آبحیات کی تلاش مین چل نکلا۔ ظلمات مین پہونچکر خضر کا ساتہہ چھوٹ گیا اور ذوالقرنین راہ بہول کر دوسری طرف جا رہا۔ حضرت خضر عین الحیات تک پہونچے حیات جاوید بخشنے والا پانی پیا اور خدا کا شکر بجا لاے۔ اسی وجہہ سے وہ ابتک زندہ ہین اور قیامت تک زندہ رہینگے۔

ا اٹھارہ روز تک سکندر ادہر ادہر بہٹکتا رہا اسکے بعد عراق چلا آیا۔ سچ کہے ہیں:
تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ✿ کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

غزل مولف

دوست میرا جو وہ رشک مہ تابان ہوتا
دشت غربت مین مکرم نہ پریشان ہوتا

سرو قامت یہ کبھی اپنے نہ نازان ہوتا
جاکے گلشن مین جو وہ طفل خرامان ہوتا

غرق گرداب تحیر مہ تابان ہوتا
شکم یار تہ چرخ جو عریان ہوتا

مین اگر فرقت محبوب مین گریان ہوتا
تر میرے آنسوؤنسے دشت وبیابان ہوتا

سیر ظلمات کی کیون خضر اٹھاتا زحمت
گر میسر اُسے بوس لب جانان ہوتا

مشتری بہر خریداری فلک سے آتی
سر بازار کھڑا تو جو میری جان ہوتا

آسمان جون کف سیلاب دکھائی دیتا
غم جانان مین اگر مین کبھی نالان ہوتا

ایک بوسہ لب جانان سے اگر مین لیتا
آب کوثر کا تو مشتاق نہ رضوان ہوتا

شیر وحشت سے میری بھاگتا روباہ صفت
مین نیستان مین اگر جاکے فروشان ہوتا

عکس چہرہ سے شب غم کی سیاہی جاتی
گو دمین میری جو وہ شاہ حسینان ہوتا

تو ہر اک بات کو کہتا ہے کہ بھولی ظالم
بھول جاینگا میرے بھی کبھی نسیان ہوتا

تیری ہاتھون کی جو مہندی نظر آتی اسکو
شفق اپنی سے خجل گنبد گردان ہوتا

یا رب اس ذلت فاحش سے بچایا تونے
گرمین اس بزم مین جاتا تو پشیمان ہوتا

چاندنی رات ہے خلوت ہے پری بیٹھی ہے
کیا مزا وصل مین ہوتا جو گلستان ہوتا

ضعفت رحم الٰہی جو نہ ہوتی تجھہ مین
امر مشکل کوئی دنیا مین نہ آسان ہوتا

آیتہ ثم رددناہ نہ ہوتی نازل
تابع حکم خداوند جو انسان ہوتا

درد و غم تھا میری قسمت مین ازل ہی از بس
غم ہجران جو نہ ہوتا غم جانان ہوتا

حیدرآباد مین رہتا نہ مکرم ہرگز
عشق تیرا نہ اگر سلسلہ جنبان ہوتا

ان روایات کی صحت کے ہم ذمہ دار نہین ہین لیکن اس قصہ مین جو امور بیان کئے گئے ہین وہ ممکن الوقوع ہین - اگر یہ واقعات ہوے ہون تو اس مین شمہ برابر بھی کوئی استبعاد نہین ہے -

البتہ ظلمات اور آبحیات کی حقیقت اور ان کا وجود ضرور ہے

جو لوگ علم ہیات سے واقف ہین وہ جانتے ہین کہ آفتاب جب راس حمل سے شمال کی طرف بڑہتا ہے تو قطب شمالی کے نیچے دن اور قطب جنوبی کے نیچے رات ہوتی ہے یہان تک کہ آفتاب اپنی خاص حرکت کے ساتھہ راس میزان تک پہونچ جائے۔ راس میزان سے راس حمل تک آفتاب چھہ مہینے مین پہونچتا ہے پس اتنی مدت تک ان مواضع مین دن رہیگا جو قطب شمالی کے نیچے واقع ہین اور ان مقامات مین رات رہیگی جو قطب جنوبی کے نیچے واقع ہین۔ پھر جب آفتاب راس میزان سے آگے بڑھیگا تو جبتک راس حمل تک پہونچ لے قطب شمالی کے نیچے رات اور قطب جنوبی کے نیچے دن رہیگا۔ اور اس کی مدت بھی چھہ مہینے ہے پس چھہ مہینے تک ان مواضع مین رات رہیگی جو قطب شمالی کے نیچے واقع ہین۔ اور ان مقامات مین دن رہیگا جو قطب جنوبی کے نیچے واقع ہین یہ تصریح قدیم علم ہیات کے مطابق ہے

ظلمات کی یہی اصلیت ہے اور ممکن ہے کہ کبھی بعض مقامات مین ہمیشہ دن رہتا ہو اور بعض مقامات مین ہمیشہ رات رہتی ہو۔

آب حیات درحقیقت یہی پانی ہے جو دن رات ہمارے مصرف مین رہتا ہے۔ اسی کی وجہہ سے حیوانات و نباتات بلکہ جمادات کو بھی قیام و حیات ہے۔ پانی نہ ہو تو نہ انسان زندہ رہ سکتا نہ دنیا مین کوئی چیز قائم رہ سکتی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ یہ بھی اللہ کی قدرت سے ممکن ہے کہ اس نے ان مواضع قطبیہ مین جہان اکثر بالکل اندھیرا

رہتا ہے اور آبادی کمتر ہوتی ہے اگر کسی مقام پر ایسا چشمہ جاری کیا ہو جس کے
پانی مین یہ تاثیر ہو کہ پی لینے سے انسان وحیوان ہمیشہ زندہ رہے ۔
اشیار کے خواص سے انکار نہین ہو سکتا - ایک چیز کے استعمال سے سخت
سے سخت مہلک سے مہلک مرض فی الفور دفع ہو جاتا ہے - کسی چیز مین یہہ
خاصیت ہے کہ اس کے کہا لینے سے جاندار فوراً مرجاتا ہے وغیر ذلک
بنائً علیہ ہم کہہ سکتے ہین کہ چند اجزار ارضی وغیرہ کے خواص و اثر سے اگر کسی
مقام کے پانی مین یہ تاثیر ہو کہ اس کے پی لینے سے جاندار کی حیات بڑہ
جائے اس کے قوے اور قوی ہو جائین یا مردہ کی حلق مین یا جسم پر پڑے
اور وہ زندہ ہو جائے تو یہ کچہہ مستبعد نہین ہے بلکہ عقلاً ممکن ہے اور حدیثون
سے اسکا ثبوت ملتا ہے

دلچسپ بحث

نماز پنجگانہ نمازون کے مقادیر کا بیان جو کتب فقہ مین مذکور و منصوص
ہے' انہین بلاد و مواضع مین ٹہیک اتر سکتا ہے جہان رات دن دونون
مساوی ہون یعنی بارہ گہنٹہ کا دن اور بارہ گہنٹہ کی رات یا اعتدال کی
ساتھہ کم وبیش ہو ۔
جن مقامات مین تیئس گہنٹون سے زیادہ کا دن اور ایک گہنٹہ سے کم کی
رات ہوتی ہو وہان عشا کا وقت نہ ہوگا کیونکہ یہان شفق کی سرخی اور صبح
کی سرخی باہم متقرن ہوگی جیسا کہ علم ہئیات مین مقرر ہو چکا ہے ۔
جن مقامات مین کہ ایام گرما مین تیئس گہنٹہ کا دن ہوتا ہو وہان دن
کیوقت ظہر و عصر اور رات کے وقت مغرب وفجر فرض ہوگی - نماز عشا
نہین ہوگی کیونکہ شفق کی سرخی کے باقی رہنے کی حالت مین صبح کی سرخی نمایان
ہو جائے گی پس شفق کی سرخی کے بعد اور صبح کی سرخی سے پہلے عشا کا وقت

نہین مل سکتا اس لئے کہ ایک وقت مین دو سرخیان متفرق ہونگی لیکن یہ
بات ان لوگون کے مذہب کی بنا پر ہے جن کے نزدیک عشا کا وقت
شفق کی سرخی کے بعد ہوتا ہے۔ امام مالک اور شیعون کے مذہب پر جو مغرب
و عشا کے اشتراک وقتین کے قائل ہین۔ ممکن ہے کہ یہان عشا کا وقت ملجائے
وہ مقامات جہان تئیس ۲۳ گھنٹون سے زیادہ کا دن اور ایک گھنٹہ
سے کم کی رات ہوئی ہو وہان غروب آفتاب کے بعد سے طلوع تک اگر
تین رکعت بھر کا وقت مل سکے تو گرمیون مین رات کے وقت فقط مغرب
کی نماز فرض ہوگی اور عشا و فجر ساقط ہوگی اور دن کے وقت ظہر و عصر
دونون فرض ہونگی۔ مگر ایام سرما مین رات کی کل نمازین فرض ہونگی
اور دن کے وقت ظہر و عصر دونون ساقط ہونگی۔ کیونکہ جسطرح گرما
مین غروب سے طلوع تک تین رکعت پڑھنے کا وقت ملے گا اسی طرح
جاڑون مین طلوع سے غروب تک کا حال ہوگا پس نصف النہار کے بعد
فقط ڈیڑھ رکعت کا وقت رہ جاسے گا اور اتنا وقت ادائے ظہر کیلئے کافی
نہ ہوگا تو عصر بطریقہ اولے نہ پڑھ سکینگے اگر غروب آفتاب کے بعد سے
طلوع تک دو رکعت کا وقت مل سکے تو گرمیون مین رات کے وقت صرف
نماز فجر فرض ہوگی اور مغرب و عشا ساقط ہوگی اور دن کے وقت ظہر
و عصر دونون واجب الادا ہونگی پس ایام سرما مین رات کی کل نمازین
واجب اور دن کی دونون نمازین ساقط ہونگی۔

اگر غروب سے طلوع تک دو رکعت کا وقت بھی نہ مل سکے تو گرمیون
مین رات کی کوئی نماز فرض نہ ہوگی اور دن کی سب نمازین فرض ہونگی۔

ہان اُن بلاد و مقامات مین جہان چھ مہینے کا دن چھ مہینے کی رات ہوتی ہو
رات کی تینون نمازین (مغرب۔ عشا۔ فجر) فرض ہونگی اس لئے کہ اللہ تعالی
نے ہر رات مین تین نماز فرض کی ہین عام اس سے کہ رات بڑی ہو یا چھوٹی

بشرطیکہ نماز ادا کرنیکے لیۓ وقت کافی ہو، اور جبکہ ان مواضع مین رات کی مدت چھہ مہینے کی ہے تو چھہ مہینے مین تین وقت کی نمازین فرض ہونگی اور ان نمازون کے اوقات کے پہچاننے مین کسی قسم کی دشواری پیش نہین آئےگی کیونکہ صبح کی سرخی طلوع شمس کے پہلے ظاہر ہوگی اور ایک زمانہ دراز تک باقی رہے گی لیکن انہی مقامات مین دن کے وقت کی کوئی نماز فرض نہ ہوگی اس لیۓ کہ وقت کا پہچاننا نہایت مشکل ہوگا اور ممکن ہے کہ ظہر کا وقت طلوع آفتاب سے تین مہینے کے بعد ہو کیونکہ ظہر کی نماز نصف نہار کے بعد فرض ہوتی ہے۔ اور دن کی مدت یہان چھہ مہینے ہے پس یہان کا نصف النہار تین مہینے بعد ہوگا اس کے بعد ظہر کا وقت ہے جو ڈیڑھ مہینے تک باقی رہے گا اس لیۓ کہ ان بلاد بعیدہ کے سوا، دوسرے مقامات مین ظہر کا وقت دن کے ربع ثالث تک رہتا ہے ان مواضع مین ربع کی مقدار ڈیڑھ مہینے ہے پس ظہر کا وقت نصف النہار سے اخر ربع ثالث تک باقی رہے گا جسکی مدت ڈیڑھ مہینے ہوتی ہے۔

ظہر کے بعد غروب آفتاب تک عصر کا وقت ہے اور اسکی مقدار بھی ڈیڑھ مہینے حاصل یہہ ہے کہ ان مواضع قطبیہ مین اگر نماز کی فرضیت تسلیم کرلیجائے اس دلیل سے کہ اللہ تعالے نے ہر دن مین دو نمازین فرض کی ہے بشرطیکہ ادائے نماز کا وقت کافی ملے عام اس سے کہ دن بڑا ہو یا چھوٹا تو پورے سال مین صرف پانچ وقت کی نمازین فرض ہونگی جو ہمارے واسطے ان مواضع قطبیہ مین ایک دن کے برابر ہے۔

اب واضح ہو کہ ان مواضع مین جو قطب شمالی اور قطب جنوبی کے نیچے واقع ہین انہین بلاد عرب وعجم کی طرح احکام شرعیہ جاری کئے جائین تو اسکا ضابطہ یہہ ہے کہ ہر فرض جس کے ادا کرنے کا وقت کافی معلوم ہوا اور مل سکے تو وہ اس جگہ فرض ہے اور ہر فرض جسکے ادا کرنیکے لئے کسی جگہ کافی وقت نہ ملے وہان بسبب انعدام وقت فرض نہ ہوگا چنانچہ قرآن مجید مین اللہ تعالی فرماتا ہے

ن الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا یعنے نماز مسلمانوں پر
قید وقت فرض ہے۔
نتیجہ یہ نکلا کہ جہان نماز کا وقت ملے وہان فرض ہے اور جہان کافی وقت نہ
ہے وہان فرض نہین ہے۔ پس جہان چھ مہینے کا دن چھ مہینے کی رات ہوتی ہو
ان طلوع آفتاب سے تین مہینے کی مدت تک ظہر کا وقت نہین ہوگا۔ زوال
اب تک کوئی شخص نماز پر مکلف نہین ہوگا اور ظہر کا وقت عرصہ دراز تک
رہیگا۔ کما مرّ
روزہ نماز کی فرضیت وعدم فرضیت کے بیان عصان مواضع قطبیہ مین روزہ کا فرض نہ
ہنا بھی ثابت ہوتا ہے۔
اولاً اسوجہ سے کہ شرعی روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے
ان مواضع قطبیہ مین ایک روزہ چھ مہینے کا ہوگا جو انسانی طاقت سے خارج
ہے جیساکہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنے
کسیکو اُس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہین دیتا چھ مہینے تک بے آب ودانہ
با انسانی طاقت سے باہر بات ہے اس لئے یہان روزہ فرض نہ رہا۔
ثانیاً اس وجہ سے کہ شہر رمضان کے روزے تیس دنون مین ہوتے ہین
اگر صائم نے ان مواضع قطبیہ مین روزہ کی نیت کرلی تو دن کے چھٹوین حصہ تک
شہر رمضان کا پورا مہینہ تمام ہوجائیگا باوجود اس کے کہ ابھی شرعی ایک روزہ
نہین ہوا کیونکہ دن کے پانچ سُدس ہنوز باقی ہین۔
اس اجمال کی شرح یہ ہے کہ رمضان کے تیس یا انتیس دن ملکر ایک مہینہ کے
ہین ہین ان مواضع قطبیہ کا ایک دن چھ مہینے کا ہوتا ہے ایک مہینہ چھ مہینے
کا چھٹوان حصہ ہے۔ پس رمضان کا پورا مہینہ یہان کے ایک دن کا چھٹوان حصہ
ا۔ تو ظاہر ہے کہ جب روزہ دار یہان دن کے چھٹوین حصہ تک پہنچیگا تو
ان کا پورا مہینہ تمام ہوجائیگا درحالیکہ دن کا پانچ حصہ ابھی باقی ہے پس

تمام رمضان کا روزہ ایک شرعی روزہ بھی نہ ہوگا ۔

ثالثاً اسوجہہ سے کہ رمضان کا مہینہ یا توان مہینوں مین سے ہوگا جو دن کی مدت ہے یا ان مہینوں سے جو رات کی مدت ہے ۔ اگر ان مہینوں مین سے ہے جو رات کی مدت ہے تو رمضان کا روزہ یقیناً فرض نہ ہوگا کیونکہ روزہ کی فرضیت دن کے وقت ہے ۔

اگر رمضان کا مہینہ دن کی مدت مین ہے تو کل ماہ رمضان کا روزہ بھی ایک شرعی روزہ نہ ہوگا اس لئے کہ ماہ رمضان کی ابتداء ان مواضع قطبیہ مین اگر صبح صادق (خط ابیض) سے ہے تو اس کا آخر دن کے چھٹوین حصہ تک ہوگا پس تمام مہینے کا روزہ دن کے چھٹوین حصہ تک غروب آفتاب سے پہلے ختم ہوجاےگا اور یہہ روزہ شرعی روزہ نہین ہوسکتا ۔ اس لیے کہ شرعی روزہ غروب آفتاب تک ہے، دن کے چھٹوین حصہ تک نہین ہے ۔ ہان اگر ماہ رمضان کی ابتداء دن کے وسط سے ہو تب بھی یہہ روزہ درست نہ ہوگا کیونکہ روزہ کا اول وآخر دونون اس صورت مین دن کے وقت واقع ہوگا اور ایسا روزہ شریعت محمدیہ مین صحیح نہین ہے ۔

رابعاً اسوجہہ سے کہ قرآن مجید مین ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (ترجمہ) پس تم مین سے جو شخص اس مہینہ مین موجود ہے اس کو چاہئے کہ روزہ رکھے شہر سے مطلب شہر رمضان ہے کیونکہ اس سے پہلے ہی شہر رمضان کا ذکر ہوچکا ہے کما قال تبارک وتعالے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ اور اسی تسلسلہ مین یہ آیت ہے تو مطلب یہ ہوا کہ تم مین سے جو شخص رمضان کے مہینہ مین موجود ہو یا رمضان کا مہینہ پالے وہ رمضان کے روزہ رکھے ۔ مگر ظاہر ہے کہ جہان چھہ مہینے کا دن چھہ مہینے کی رات ہوتی ہے وہان رمضان کا کوئی مہینہ قرار نہین پاسکتا پس ان مواضع قطبیہ مین نہ رمضان کا مہینہ کوئی پاسکتا نہ اوسپر روزہ رمضان فرض ہوسکتا ۔

ان چار دلیلوں کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان مقامات میں جہاں چھ مہینے کا دن چھ مہینے کی رات ہوتی ہو اور جہاں تیئیس گھنٹہ کا دن ایک گھنٹہ کی رات ہوتی ہو روزہ فرض نہیں ہے۔

بہرحال ان مواضع قطبیہ میں نماز اور روزہ کی فرضیت نہ عقلی وجوہ سے ثابت ہے نہ شرعی دلائل سے کما لا یخفی علی من لہ عقل زکی و قلب سلیم

ف جب دنیا میں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات کا ہونا مسلم ہے تو ہنگامہ قیامت کا دن جو عالم ہی دوسرا ہے ایک دن یہاں کے ہزار برس کے برابر ہو تو کچھ مستبعد نہیں سمجھنا چاہیئے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ اللّٰہِ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ فقط

۱۱ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۷ھ

تمت

اختر دکن بک ڈپو

ہم نے اپنے کارخانہ میں اردو کورس کی کتابوں کا پورا اسٹاک فراہم کیا ہے اور عام شائقین کتب بینی کی سہولت کے خیال سے ناول قصص۔ سائنس۔ نجوم وغیرہ دوسرے علوم و فنون کی دلچسپ کتب مفیدہ کا اعلیٰ اور کافی ذخیرہ بھی مہیا کر لیا ہے مضامین عالیہ کی وہ کتابیں جن کی خوبی محتاج بیان نہیں ہے خصوصیت کے ساتھ اس کارخانہ میں چھپی ہیں۔ لہذا یہ اطلاع دینا ہمارا فریضہ ہے کہ شائقین اور طلبہ دور جانے کی دقت نہ اٹھائیں اور جن اور جس قسم کی کتابوں کی ضرورت ہو بلا تکلف ہمارے کارخانہ سے طلب فرمائیں انشاء اللہ کتابیں اچھی صحیح اور قیمت میں ارزاں ہی ثابت ہونگی۔ المشتہر منیجر سید محفوظ علی اختر دکن پریس

دلائل الخیرات مترجم مع حاشیہ مفتاح الدلائل به بروایت سید علی حریری حضرت مولانا صوفی محمد اسرار اللہ شاہ حسینی المعروف به سید شاہ محمد امام صاحب قبلہ نے اپنے سلسلہ کی خاص اجازت کے مطابق [illegible] ہم کرا کے ساتھ ہی جدید فوائد مخصوصہ مجربہ مصدرہ متعلقہ دلائل شریف کو طبع کرا کر [illegible] قیمت مجلد ایک روپیہ — **مشیر نسوان** مصنفہ علیا محل سید ہمایوں مرزا صاحب بیرسٹر ایٹ لا جسکی ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ [illegible] نسوان میں بک کر مقبول عام ہو چکی ہیں اور جس میں مصنفہ کو قوم کی طرف سے طلائی تمغہ مرصع ملا تھا نظر ثانی دوبارہ طبع ہوئی ہے اس دفعہ قصہ کا اسلوب بھی بدل دیا ہے اور بہت کچھ اضافہ بھی ہوا ہے ملک کے سربرآوردہ مشاہیر علماء اور اخبارات نے جو ریویو لکھے ہیں جنکا دیکھنے سے تعلق ہے موزون تقطیع پر پہلے سے کہیں زیادہ خوشخط اور صاف طبع ہوئی ہے بغرض مفاد عام قیمت گھٹا کر بجائے [illegible] صرف ایک روپیہ کر دی گئی ہے

وصال حق — اس میں وہ [illegible] لکھے گئے ہیں جو آجکل علوم جدیدہ کے اثر سے لوگوں میں مذہب کی نسبت پیدا ہوتے ہیں کتاب قابل دید قیمت ۸ /

[illegible] سلوک — اس کتاب میں معرفت و حقیقت کا ذکر [illegible]